جلد ۳۴	ماہ رجب ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۳۴ء	عدد ۵

مضامین

شذرات

ہندوستان کی ایک مکمل اسلامی تاریخ کی ترتیب وتدوین کی تحریک معارف کے صفحات مین بار بار پیش کیگئی ہے، آج اسی سلسلہ مین خان بہادر مولوی محمد حسین خانصاحب سابق ڈپٹی اکونٹنٹ گورنمنٹ آف انڈیا (مصنف تزک عبدالرحیمی وغیرہ) کی ایک تحریر شائع کیجارہی ہے، موصوف ہماری زبان کے پرانے صاحب قلم ہین، اوراس ضرورت کے احساس کرنے کا موقع بھی ان کو اچھا خاصہ ملاہے، دوسرے اکابر کی تحریرین بھی اس باب مین وقتاً فوقتاً موصول ہوتی رہتی ہین، اس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ اس کام کے ضروری ہونے مین کسی شک وشبہ کی گنجایش نہین،

سنہ ۱۹۳۲ء کے معارف (بابت ماہ نومبر ودسمبر) مین پروفیسر شیخ عبدالقادر (پونہ) کی تحریر اسی مسئلہ کے متعلق جب شائع ہوئی تھی توہم نے اس مجوزہ تاریخ کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا تھا، اسی کے ساتھ یہ بھی ظاہر کردیا تھا کہ اس کام کو شروع کرنے کے لیے کم ازکم پانچہزار روپیے کی ضرورت ہے، ہم کو اس بات کے ظاہر کرنے مین خوشی ہے کہ جناب مولوی محمد حسین خان صاحب نے نہ صرف اس کام کی زبانی تحریک فرمائی ہے، بلکہ وہ اس کام کی مالی امداد مین بھی حصہ لینے کو تیار ہین چنانچہ سردست پانچسو روپیے اس کام کے لئے عنایت فرمائین گے،

تاریخ ہند کے سلسلہ مین ہندوستان کے اسلامی تمدن کی تاریخ کا کام تقریباً دوسال سے یہان جاری ہے اور اسکے لئے تمام ضروری معلومات فراہم کئے جارہے ہین، ہماری مجلس کے صدرنشین نواب صدر یار جنگ بہادر مولنا حبیب الرحمان خان شیروانی نے ایک سال تک پچاس روپیے ماہوار کی امداد اسکے لئے منظور فرمائی ہے، ہم اپنے ان دونون قومی محسنون کے شکرگذار ہین، اور اب ہماری نگاہ مین دوسرے زرمند وعلم دوست ارباب ہمم کی طرف اٹھی ہوئی ہین، اور اُن کے حوصلہ افزا

جواب کا انتظار ہے،

خیال ہے کہ یہ کتاب چودہ جلدون مین لکھی جائے، پہلی جلد آغاز اسلام سے غزنوی خاندان کے ظہور تک کے واقعات پر مشتمل ہوگی، مولوی سید ابوظفر صاحب ندوی جو دس پندرہ برس سے تاریخ ہند کا عموماً اور اس دور اول کی تاریخ کا خصوصاً محققانہ مطالعہ کررہے ہین، اس جلد کی ترتیب وتالیف کا کام انجام دینگے۔

اس سال ابھی تک **دارالمصنفین** کی طرف سے کوئی نئی کتاب شائع نہ ہوسکی، انگار عصر یہ بالکل چھپکر تیار ہے صرف فہرست ولوح اور بعض ضمیمے باقی ہین، مقالات شبلی کا حصۂ چہارم جس مین مولنا شبلی مرحوم کے قلم سے مطبوعہ اور قلمی کتابون پر تبصرے یکجا کئے گئے ہین، نصف سے زیادہ چھپ گیا ہے، ایک اور کتاب موجودہ فرمانروایان عرب کی چھپائی بھی ختم کے قریب ہے، اور تاریخ صقلیہ جلد دوم کی کتابت ہورہی ہے، غالباً یہ آیندہ سال شائع ہو،

آجکل ہندوستان، مصر، عراق اور کابل کے اسلامی اخبارون اور رسالون مین جاپان مین اشاعت اسلام کی خبرین بڑے زور شور سے گشت لگارہی ہین، بدگمانی کا برا ہو، اگر یہ خبرین جاپان کی اس کوشش کا نتیجہ نہین کہ مسلمانون کی ہمدردی حاصل کرکے اسلامی ملکون کے بازار ہاتھ مین لائے جائین، توہم کو ان افواہون سے کم ازکم فال نیک کی بھنک تو معلوم ہوتی ہے، جاپان مین ہندوستان کے مسلمان تاجرون کا اچھا خاصہ گروہ پہلے سے موجود تھا، پھر بالشویک روس سے بھاگ کر بعض ترکی وتاتاری مسلمان وہان آباد ہوگئے ہین، تازہ واقعہ یہ ہے کہ منچوریا جہان مسلمان رعایا کی خاصی تعداد ہے جاپان کے زیر اقتدار آگیا ہے، اور ادھر جاپانی تاجرون نے اسلامی ملکون کے بازارون کی تلاش مین براہ راست آمدورفت شروع کردی ہے، غرض ان گوناگون تعلقات نے جاپان مین اسلام کی اشاعت کے امکان کو بہت کچھ وسعت دیدی ہے،

ندوۃ العلماء کے تعلیم یافتہ دوستون مین مولوی محمد شاکر صاحب ندوی (بڑودہ) جاپان مین تجارت کرتے ہین سنہ ۱۹۳۳ء مین اُن سے بڑودہ مین ملاقات ہوئی تھی، وہ کہتے تھے کہ اس راہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ اسلامی فرقون کے مختلف افراد جو وہان جمع ہین وہ باہم مل جل کر کام کرین چنانچہ ایک دو سال انکی کوشش سے یہ ہوا کہ عیدین کی نمازین سب مسلمانون نے ایک جگہ مل کر ادا کین،

ابھی پچھلے ستمبر مین ہم کو جاپان سے ایک مسلمان ہندوستانی فاضل پروفیسر نور الحسن برلاس صاحب کا خط موصول ہوا ہی، موصوف جاپان کے پایہ تخت ٹوکیو کے مدرسۃ السنہ خارجہ (اسکول آف فارن لنگویجز) مین تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دیتے ہین، وہ لکھتے ہین کہ اُنکے مدرسہ کے کتبخانہ مین اردو کی معتدبہ کتابین ہین مولنا شبلی مرحوم کی تمام تصنیفات ہین، لیکن ضرورت یہ ہے کہ انگریزی زبان مین اسلامی لٹریچر وہان فراہم کیا جائے، موصوف لکھتے ہین کہ مسلمانون کو موجودہ موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس ملک کو اپنی تبلیغی کوششون کا مرکز بنا لینا چاہئے،

پروفیسر برلاس صاحب تبلیغ اسلام کا ولولہ رکھتے ہین، اور کبھی کبھی اسلامی مسائل پر وہان انگریزی مین تقریرین کیا کرتے ہین، چنانچہ انھون نے اسلام مین عورتون کی حیثیت پر اورنیٹل کلچر میم کالج، کاروایزوا (KAYVIZAWA) مین بتاریخ ۲ اگست سنہ ۱۹۳۴ء جو انگریزی تقریر کی تھی، اس کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھیجا ہے،

آسٹرین نومسلم محمد اسد صاحب جنکی کتاب "اسلام راہ عبور پر" کا تذکرہ پچھلے معارف مین آچکا ہے، اپنے ایک تازہ خط مین یہ خوشخبری سناتے ہین کہ انھون نے صحیح بخاری کے انگریزی ترجمہ کا کام شروع کر دیا ہے، بخاری کے تیس پارون کو مع عربی متن تیس جزون مین ماہوار شائع کرینگے، پہلا جزو وہ غالباً آیندہ دسمبر یا جنوری مین شائع کر دینگے، اُن کا خیال ہے کہ مسلمان نوجوانون کے سامنے سنت محمدی کی اصلی تصویر پیش کرنی چاہئے، تاکہ ان مین اسکی پیروی کا صحیح جذبہ پیدا ہو سکے، عرفات بلڈنگ قرولباغ دہلی کے پتہ سے اس کی خریداری کی درخواستین بھیجی جائین،

مقالات

کیا علم حدیث پر سلطنت کا اثر پڑا ہی؟

از

مولانا عبد السلام صاحب ندوی،

مستشرقین یورپ اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے ہر تنکے کا سہارا ڈھونڈتے ہین، اس لئے صرف اتنے تعلق سے کہ علم حدیث کی تدوین و اشاعت خلفاے بنو امیہ اور خلفائے عباسیہ کے زمانے مین ہوئی، اور بعض ائمہ حدیث مثلاً امام زہری خلفاے بنو امیہ کے ہان آمد و رفت رکھتے تھے، اور ہشام بن عبد الملک کے بچون کے معلم و مؤدب تھے، اور خلفاے عباسیہ امام مالک کے قدردان تھے، اونھون نے فن حدیث کی بے اعتباری ظاہر کرنے کیلئے یہ خیال قائم کر لیا ہے، کہ روایت حدیث پر ان خلفاء کا سیاسی اثر پڑا ہے، اور ان کے ملکی مقاصد کے کامیاب بنانے کے لئے بہت سی حدیثون کی روایت کی گئی ہی، اور ان کو سیاسی قالب مین ڈھالا گیا ہی،

لیکن اگر یہ بدگمانی صحیح ہے، تو ہم کو احادیث کے تمام دفتر کا جائزہ لینا چاہئے، کہ حدیثون سے ان خلفاء کے سیاسی مقاصد کی تائید ہو سکتی ہے، یا نہین، ؟ سیاسی حیثیت سے خلفاے بنو امیہ کے سب سے بڑے دشمن حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے، اور خلفاے عباسیہ کو حضرت امیر معاویہ سے بغض و عناد تھا، اسلئے اگر محدثین نے روایت حدیث مین ان کے سیاسی اغراض کا لحاظ رکھا ہوتا تو حدیث کی کتابین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہ کے مناقب و مثالب سے مملو نظر آتین، اور خلفاے بنو امیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مثالب اور حضرت امیر معاویہ کے مناقب مین محدثین سے بکثرت روایتین کرواتے اسیطرح خلفاے عباسیہ امیر معاویہ کے مثالب اور حضرت عباسؓ کے مناقب مین حدیثون کا انبار لگوا دیتے، لیکن

کیا محدثون کے تمام ذخیرے مین اس قسم کی روایتین موجود ہین، ؟ اگر شاذ و نادر کہین ایسا ہے بھی تو محدثین نے اون کو موضوعات مین داخل کرکے پایۂ اعتبار سے ساقط کردیا ہی،

اسی طرح سادات، فاطمیین، اور علویین بھی خلافت کے دعویدار تھے، اس لئے اگر محدثین نے سیاسی اغراض کی تکمیل کو اپنا شعار بنایا ہوتا، تو ان کے استحقاق و مناقب مین بھی احادیث کا کافی ذخیرہ نظر آتا، لیکن کیا اس قسم کی حدیثین حدیث کی کتابون مین نظر آتی ہین، ؟ بلکہ اس کے برعکس خود حدیث کی کتابون سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کبھی خلفاء نے دربردہ اس قسم کی خواہش کا اظہار کیا ہی تو خود ائمۂ حدیث نے نہایت دلیری سے اون کی تردید کردی ہی اور اس سلسلہ مین ہم کو سب سے پہلے امام زہری کا نام نظر آتا ہے جنھون نے دربار بنوامیہ مین اس جرأت و آزادی سے کام لیا ہی،

چنانچہ صحیح بخاری مین خود امام زہری سے روایت ہے، کہ مجھ سے ولید بن عبدالملک نے کہا، کیا تم کو یہ روایت پہنچی ہے کہ جن لوگون نے حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا، اون مین علی بھی داخل تھے؛ مین نے کہا نہین" البتہ تمھاری قوم کے دو آدمی یعنی ابو سلمہ بن عبدالرحمن، اور ابوبکر بن عبدالرحمن بن حارث نے مجھ سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اون سے کہا کہ علی اس الزام سے بری تھے، (مسلمانی شانہما) خلفاء بنوامیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سب سے بڑے مخالف تھے، اور وہ چاہتے تھے، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی واقعۂ افک مین شریک کیا جائے، تاکہ نعوذ باللہ وہ قرآن پاک کے عتاب کے مورد قرار پائین، اس بنا پر اگر امام زہری کچھ بھی مداہنت سے کام لیتے، تو نہایت آسانی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر یہ الزام قائم کرسکتے تھے لیکن اونھون نے ولید کے اس خیال کی صاف تردید کی،

حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین حدیث کی دوسری کتابون سے اس سے بھی زیادہ صاف اور مصرح روایتین نقل کی ہین، حلیۃ الاولیا، ابونعیم مین زہری کے حال مین ہے، کہ امام زہری کہتے ہین کہ "مین ولید بن عبدالملک کے پاس تھا کہ اوس نے یہ آیت پڑھی،:۔

والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم — جس نے ان مین کر اس الزام مین بڑا حصہ لیا اسکے لئے بڑا عذاب ہے"

اور کہا کہ یہ آیت حضرت علیؓ کی شان مین نازل ہوئی ہی، مین نے کہا کہ "خدا امیر کی اصلاح کرے، واقعہ یہ نہین ہی مجھ سے عروہ نے خود حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے،" اوس نے کہا کیا روایت کی ہی؟ مین نے کہا کہ مجھ سے عروہ نے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت کی ہے، کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی ابن سلول کی شان مین نازل ہوئی ہی،

دوسری روایت مین امام زہری کہتے ہین کہ مین ایک رات ولید بن عبدالملک کے پاس تھا، اور وہ چت لیٹا ہوا سورۂ نور کی تلاوت کر رہا تھا جب یہ آیت پڑھی،

اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡكِ عُصۡبَةٌ مِّنۡكُمۡ — جن لوگون نے (حضرت عائشہؓ) پر تہمت لگائی وہ تم مین سے ایک گروہ تھا،

یہان تک کہ جب "والذی تولی کبرہ" تک پہنچا تو اوٹھ بیٹھا، اور کہا کہ اے ابوبکر کیا یہ علی بن ابی طالب نہین ہین، "مین نے دل مین سوچا کہ اب کیا کہون، اگر کہتا ہون کہ نہین، تو ڈر ہے کہ وہ میرے ساتھ برائی سے پیش آئے اور اگر کہتا ہون کہ ہان تو یہ ایک بہت بڑی بات ہی مین نے کہا کہ خدا نے مجھ کو سچائی پر بھلائی کا خوگر کیا ہے، مین نے کہا کہ "نہین" ولید نے اپنی چھڑی کو تخت پر مار کر کہا تو پھر کون؟ پھر کون؟ اور اوس کو بار بار دہراتا رہا، مین نے کہا کہ "عبداللہ بن ابی"

صرف اسی قدر نہین بلکہ بعض ناصبیون کو چونکہ یہ معلوم تھا، کہ بنوامیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مخالف ہین، اس لئے اس جھوٹ کے ذریعہ سے ان کے مقرب بارگاہ بننا چاہتے تھے، لیکن امام زہری نے ولید پر ظاہر کردیا، کہ حق اس کے خلاف ہی،

ایک روایت مین ہے کہ ہشام بن عبدالملک کا بھی یہی خیال تھا چنانچہ ایک بار سلیمان بن یسار اوس کے پاس آئے تو اوس نے کہا کہ "اے سلیمان

الذی تولی کبرہ — جس نے اس الزام کا بڑا حصہ حاصل کیا،

کون ہے، ؟ اونھون نے کہا کہ "عبداللہ بن ابی" بولا جھوٹ کہتے ہو وہ علی ہین" اونھون نے کہا کہ امیر المومنین

جو کچھ کہتے ہین وہی اس کو خوب جانتے ہین، پھر زہری آئے، تو ان سے بھی یہی سوال کیا، اور اونھون نے بھی وہی جواب دیا، جو سلیمان بن یسار نے دیا تھا، اوس نے کہا کہ "تم جھوٹ کہتے ہو، وہ علی ہین،" اونھون نے کہا کہ "مین جھوٹ کہون گا؟ تمھارے باپ نہ ہو، اگر آسمان سے ایک منادی پکارے، کہ خدا نے جھوٹ کو حلال کر دیا ہے، تب بھی مین جھوٹ نہ بولون گا، مجھ سے عروہ، سعید، عبید اللہ اور علقمہ نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی ہے کہ وہ عبد اللہ بن ابی تھا،" اس واقعہ کے اخیر مین ہے کہ ہشام نے کہا کہ "ہم نے اس بڈھے کو غصہ دلا دیا"[1]

اب غور کرو کہ تاریخِ اسلام مین واقعۂ افک سے بڑا کوئی واقعہ نہین، خلفاے بنوامیہ اس مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شامل کرنا اور اوس کے متعلق محدثین کی تائید حاصل کرنا چاہتے ہین، اس لئے اگر اس قسم کی حدیثون کے ذریعہ سے امام زہری بھی اون کے تقرب کے خواستگار ہوتے، تو وہ نہایت آسانی سے اون کی تائید کر سکتے تھے، لیکن اونھون نے خلفاے بنوامیہ کے غیظ و غضب کی کچھ پروا نہ کی، اور حق کو ظاہر کر دیا، بلکہ ہشام کے سامنے اس سختی کے ساتھ تردید کی کہ وہ کہہ اوٹھا، کہ "ہم نے اس بڈھے کو غصہ دلا دیا" کیا ایسے بزرگ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اوس نے تقرب حاصل کرنے کیلئے خلفاے بنوامیہ کے سیاسی مقاصد اور ذاتی عقائد کی تائید موضوع یا ضعیف حدیثون سے کی ہوگی؟

اگر روایتِ حدیث سے اون کا یہ مقصد ہوتا کہ بنوامیہ کا تقرب اور اون کی خوشنودی حاصل کرین، تو ان کے مخالفین یعنی اہلِ بیت سے ہرگز روایت نہ کرتے، حالانکہ سلسلۂ اسناد مین نسائی کے نزدیک جو چار سلسلے سب سے بہتر ہین اون مین ایک سلسلہ یہ ہے، الزہری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ[2]، اور اس پورے سلسلے مین اہلِ بیت کے سوا اور کسی دوسرے راوی کا نام نظر نہین آتا،

اس سے بھی زیادہ صاف واقعہ حضرت اعمش کوفی کا ہے، جو حجاز مین امام زہری کے ہمسر تسلیم کئے جاتے تھے، ایک بار ہشام بن عبد الملک نے ان کے پاس خط بھیجا کہ حضرت عثمان رض کے مناقب اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ

[1] فتح الباری جلد ۷ ص ۳۳۶، ۳۳۵ [2] تہذیب التہذیب ترجمہ زہری،

کے معائب لکھدین، اونھون نے خط کو بکری کے منہ مین ڈالدیا، اور وہ اوسکو چبا گئی، تو قاصد سے کہا کہ جا کر کہدو کہ یہی تمھارا جواب ہے،" قاصد نے کہا کہ اوس نے قسم کھائی ہے، کہ اگر مین جواب نہ لایا، تو وہ مجھے قتل کر دیگا، اسلئے بہ ہزار اصرار انھون نے یہ جواب لکھا کہ "اے امیر المومنین اگر حضرت عثمان رض مین تمام دنیا کی خوبیان ہون تو وہ تیرے لئے مفید نہین، اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین تمام دنیا کی برائیان ہون تو وہ تیرے لئے مضر نہین، صرف اپنی ہی ذات کا خیال رکھ"[1] لیکن اگر وہ موضوع یا ضعیف حدیثون سے اوسکی فرمایش کی تعمیل کرنا چاہتے، تو کیا اون کو اس کا سرمایہ نہ مل سکتا،

امراے بنوامیہ مین حجاج کی سفاکی مشہور ہے، ایک بار اوس کے سامنے حضرت حسین علیہ السلام کا ذکر آیا، تو اوس نے کہا کہ "وہ رسول اللہ صلعم کی ذریات مین داخل نہ تھے،" اس موقع پر یحیٰی بن یعمر بھی موجود تھے اونھون نے کہا کہ "اے امیر تو جھوٹ کہتا ہے،" حجاج نے کہا کہ "اس پر قرآن سے دلیل لاؤ ورنہ مین تمکو قتل کر دون گا،" انھون نے یہ آیت پڑھکر

وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ وَ اَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهَارُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ. (انعام-۱۰)	یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس	انھی کی نسل مین سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون (سب) کو ہم نے راہ راست دکھائی، اور خلوص دل سے نیک کام کرنے والون کو ہم ایسے ہی صلے عطا فرمایا کرتے ہین، اور (اعلیٰ ہذا القیاس) زکریا

کہا کہ ارشادِ الٰہی کے بموجب، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کے ذریعہ سے آدم کی نسل مین داخل ہین، اسی طرح حضرت حسین علیہ السلام بھی ماں کے توسط سے رسول اللہ صلعم کی ذریات مین داخل تھے، حجاج نے کہا کہ "سچ کہتے ہو، لیکن بھری مجلس مین تم نے مجھکو کیون جھٹلایا،" بولے اس خداوندی معاہدے کی وجہ سے،

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۲۱۳-۲۱۴

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّہٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَہٗ فَنَبَذُوْہُ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ وَاشْتَرَوْا بِہٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔

(آل عمران - ۱۹)

اور (اے پیغمبر اہل کتاب کو وہ وقت کیون نہین یاد دلاتے) جب خدا نے اہل کتاب سے قول قرار لیا کہ (یہ کتاب جو تمکو دی گئی ہے،) لوگون سے اوس کا مطلب صاف صاف بیان کر دینا، اور اس کی (کسی بات) کو چھپانا مت، مگر اونھون نے (اس قول کی کچھ بھی پرواہ نہ کی اور) اسکو اپنے پس پشت پھینک دیا، اور اس کے عوض میں تھوڑے سے دام (یعنی دنیاوی نفع) حاصل کئے

اس دلیری اور حق گوی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوس نے ان کو خراسان کی طرف جلا وطن کر دیا[1]، کیا اسی قسم کے راست باز اور حق گو لوگ، خلفا، و امرا کیلئے حدیثین بنایا کرتے تھے،؟

خلفائے بنو امیہ کی طرح امرائے عباسیہ بھی محدثین سے اپنی بعض سیاسی کارروائیون کی تائید کرانا چاہتے تھے، اور اس غرض سے اون کی رائے معلوم کرتے تھے، لیکن اس موقع پر بھی محدثین نے اپنی جان پر کھیل کر حق کا اظہار کیا، اور کسی قسم کی مداہنت سے کام نہین لیا، چنانچہ امام اوزاعی جو شام کے امام تھے، خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہین، کہ جب سفاح کا چچا عبد اللہ بن علی شام مین آیا، تو بنو امیہ کو خاک و خون مین ملا کر تخت پر بیٹھا، اور ایک دربار کیا، جسمین انتہائی جاہ و جلال کا اظہار کیا گیا تھا، اس دربار مین مجھکو بلایا، اور جب مین دروازے پر پہنچا تو مجھکو سواری سے اوتار لیا گیا، اور دو آدمیون نے میرے بازو پکڑ کر ایک ایسے مقام پر کھڑا کر دیا، جہان سے وہ میرے کلام کو سُن سکے، اس کے بعد مجھ سے دریافت کیا کہ عبد الرحمٰن بن عمرو الاوزاعی تمہارا ہی نام ہے،؟ مین نے کہا ہان خدا امیر کی اصلاح کرے،، اوس نے کہا کہ "بنو امیہ کی خونریزی کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے"؟ مین نے کہا کہ تمہارے اور اون کے درمیان چونکہ معاہدہ تھا، اسلئے تمہارے لئے زیبا تھا کہ اوس کو پورا کرتے" اوس نے کہا

[1] سنن کبریٰ للبیہقی جلد ۹ ص ۱۷۶،

تم کو اور اون کو چھوڑ دو، ہمارے اور اون کے درمیان کوئی معاہدہ نہ تھا" اس وقت میرا دل مضطرب ہو گیا، اور مین نے جان دینا پسند نہین کیا، لیکن قیامت کے دن خدا کے خوف سے یہ خوف جاتا رہا، اسلئے مین نے صاف صاف کہدیا، کہ اون کا خون تمپر حرام تھا، وہ اس پر اسقدر برہم ہوا کہ آنکھین نکل آئین، اور گردن کی رگین پھول گئین، اور کہا کہ "خدا تمپر رحم کرے تم نے ایسا کیونکر کہا" مین نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہی کہ کسی مسلمان کا خون اوس وقت تک جائز نہین جب تک تین حالتون مین سے ایک حالت نہ پیش آئے، یا تو وہ اس حالت مین زنا کرے کہ اوسکی شادی ہو چکی ہو، یا قاتل ہو، یا مرتد ہو جائے، اوس نے کہا "کیا ہماری حکومت دینی نہین"؟ مین نے کہا کیونکر" بولا "کیا رسول اللہ صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے وصیت نہین کی تھی"،؟ مین نے کہا کہ "اگر وصیت کی ہوتی، تو دونون حکم فیصلہ نہ کرتے" اس پر وہ چپ تو ہو گیا لیکن غصے مین بھرا ہوا تھا، اب مجھے یقین ہو گیا کہ میرا سر میرے قدمون پر گرا چاہتا ہے، لیکن اوس نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو نکال دو، مین وہان سے نکل کر تھوڑی دور آیا، تو میرے پاس ایک سوار آیا مین نے خیال کیا کہ وہ میرا سر کاٹنے کیلئے آیا ہی اسلئے مین سواری سے اوترا کہ دو رکعت نماز پڑھلون، اوس نے سلام کیا اور کہا کہ امیر نے تمہارے پاس اسقدر دینار بھیجے ہین لیکن گھر پہنچنے سے پہلے ہی انکو مستحقین پر تقسیم کر دیا[1]، کیا جنلوگون نے ایسے خطرناک موقع پر استقامت سے کام لیا، وہ خلفار کی خواہش کے مطابق حدیثین وضع کر سکتے تھے،؟

امام مالک اگر خلفائے عباسیہ کی خواہش کے مطابق مسائل کی تشریح و تاویل کرتے، تو طلاق جبری کے عدم اعتبار کا فتوی نہ دیتے، جس سے منصور کی جبری بیعت ناجائز ثابت ہوتی تھی، منصور نے ان سے اس قسم کی خواہش بھی کی لیکن وہ اس سے باز نہ آئے، اور اس پر اون کو تعزیر دیگئی، تو کیا جو شخص اظہار حق کیلئے اس قسم کی تکلیف برداشت کر سکتا ہے، اوس نے خلفا کی خواہش کے مطابق مسائل کی توضیح و تشریح کی ہوگی، خود ان خلفار اور سلاطین نے اگر کچھ چاہا بھی تو یہی کہ اون کے خاندان کی حکومت کا حق مرجح سمجھا جائے، یا انکو

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۶۲، ۱۶۳

مظالم پر پردہ پڑ جائے، حاشا وکلا خود اونھون نے بھی اسکی ہمت نہ کی، اور نہ کر سکتے تھے، کہ سیرۃ نبوی کے واقعات یا احکامِ اسلامی مین ان کے لئے تغیر و تبدل کر دیا جائے،

لیکن اگر فقہاء و محدثین پر خلفاء کا کچھ بھی مذہبی و سیاسی اثر ہوتا، تو کم از کم اپنے زمانے کی ان شورشون اور تحریکون مین نہ شریک ہوتے، جو ساداتِ کرام اور دوسرے حضرات نے اون کے ساتھ کین، لیکن متعدد محدثین نے خود خلفاء کے مقابل مین اون لوگون کا ساتھ دیا اور اس جرم مین سخت سزائین برداشت کین، چنانچہ عبد الرحمن بن محمد بن الاشعث بن قیس نے جب عبد الملک بن مروان کے خلاف بغاوت کی، تو حضرت سعید بن جبیر نے جو اس زمانہ کے مشہور تابعی اور محدث تھے، اون کا ساتھ دیا، اور اس جرم مین اس آزادی کے ساتھ جان دی کہ اونکے قتل کا واقعہ تاریخِ اسلام کا ایک مشہور اور مؤثر واقعہ بن گیا،

سنہ ۱۴۵ھ مین سادات مین سے محمد نفس ذکیہ نے مدینہ منورہ مین منصور کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا، تو بڑے بڑے پیشوایانِ مذہبی یہان تک کہ امام مالک نے اون کی تائید کی، اور فتوی دیدیا کہ منصور نے جبراً بیعت لی، خلافت نفس ذکیہ کا حق ہے، اون کے قتل کے بعد اون کے بھائی ابراہیم نے علم بلند کیا تو علماء و فقہاء نے عموماً اون کا ساتھ دیا، امام ابو حنیفہ علانیہ اون کے طرفدار تھے، اور شرکتِ جنگ کے سوا ہر طریقے سے اون کی مدد کی، اور اسی سلسلے مین قید کی سزا برداشت کی،

بعض کم درجہ کے لوگون نے دنیوی اغراض سے خلفاء کی خوشنودی کے لئے بے شبہہ دو ایک حدیثین بنائین، لیکن اسی وقت ان کی تردید کر دی گئی، بلکہ خود خلفاء نے ان کی تکذیب کی اور ایسے لوگ ہمیشہ کیلئے بے اعتبار اور متروک الحدیث قرار دئے گئے،

مثلاً ہارون رشید جب مدینہ مین آیا تو یہ ہمت نہین پڑی کہ قبا و کمر بند پہنکر رسول اللہ صلعم کے منبر پر چڑھے اس پر ابو البختری نے جو اس عہد مین قاضی تھا حضرت جعفر بن محمد صادق کی سند سے یہ روایت کی کہ حضرت جبریل ؑ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین قبا و کمر بند اور خنجر لگائے ہوئے آئے، ایک شاعر نے جس کا نام معافی تمیمی تھا چند

اشعار مین اس روایت کی تکذیب کی، اور یحیی بن معین نے جبکہ وہ اس سند سے اپنے حلقۂ درس مین اس حدیث کی روایت کر رہا تھا، علی الاعلان کہا کہ "اے خدا کے دشمن تو رسول اللہ کی طرف بالکل جھوٹ اس حدیث کو منسوب کرتا ہے"، اس پر پولیس نے اون کو پکڑا، تو اونھون نے کہا کہ یہ کہتا ہے کہ "خدا کے رسول یعنی جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلعم کی خدمت مین قبا پہنے ہوئے حاضر ہوئے" اون لوگون نے کہا، کہ "یہ جھوٹا قاضی ہے" اور اون کو چھوڑ دیا[1]

ہارون رشید کو کبوتر بازی کا بڑا شوق تھا کسی نے اوسکی خدمت مین کچھ کبوتر ہدیۃً بھیجے، اس موقع پر ابو البختری بھی موجود تھا، اوس نے حضرت ابوہریرہ رض کی سند سے یہ روایت کی،

لا سبق الا فی خف او حافر او جناح — اونٹون، گھوڑون، اور چڑیون کے اوڑانے کیلئے بازی لگانا ناجائز نہین،

اصل روایت مین جناح کا لفظ نہین ہے لیکن اوس نے ہارون رشید کی خوشنودی کیلئے اس لفظ کو بڑھا دیا، اور ہارون رشید نے اس پر اوس کو ایک بڑا صلہ بھی دیا، لیکن جب وہ چلا گیا، تو اوس نے خود کہا، کہ "خدا کی قسم مجھکو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلعم پر جھوٹ بولا گیا ہے"، اور کبوترون کو ذبح کر دیا، اس پر لوگون نے کہا کہ "کبوترون کا کیا گناہ تھا؟" بولا کہ "انھی کی وجہ سے رسول اللہ صلعم پر جھوٹ بولا گیا ہے" اب علماء نے ابو البختری کی اس موضوع حدیث اور دوسری موضوع حدیثون کی بنا پر اوسکو بے اعتبار اور متروک الحدیث قرار دیا،[2]

ایک روایت مین ہے کہ خلیفہ مہدی کبوتر اوڑا رہا تھا، اور اس موقع پر غیاث بن میمون نے اس حدیث کی روایت کی،[3] لیکن امام احمد بن حنبل سے سوال کیا گیا کہ "آپ کے علم مین اور بھی کسی نے اس حدیث کی روایت کی ہے؟" بولے "صرف اس جھوٹے ابو البختری نے اوسکو روایت کیا ہے"[4]

اسی بنا پر محدثین نے تقربِ سلطانی کو ہمیشہ ناپسند کیا اور اوسکو وضعِ حدیث کا ایک سبب قرار دیا،[5]

---

[1] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۸۲، [2] الحطہ صفحہ ۵۱، [3] ابن خلکان جلد ۲ صفحہ ۱۸۲،
[4] تذکرۃ الموضوعات، ص ۷،

اصل یہ ہے کہ خلفار و سلاطین کی خوشنودی مزاج کیلئے اگر حدیثین وضع کی جائین، تو اون کا مقصد حب جاہ و حب مال کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا تھا، اور محدثین چونکہ نہایت فقر و فاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے، اسلئے اگر وہ اس قسم کی مداہنت سے مالی فائدہ اوٹھانا چاہتے، تو نہایت آسانی سے اوٹھا سکتے تھے، لیکن محدثین کے استغنا و قناعت نے کبھی اون کو خلفار و سلاطین کے سامنے دامن پھیلانے نہین دیا بلکہ خود خلفار و امرا نے اون کے سامنے عطیے پیش کئے، لیکن اونھون نے اون کے قبول کرنے سے انکار کر دیا،

چنانچہ ایک بار سفاح نے امام مالک کے استاد ربیعۃ الرائے کو کچھ مال دینا چاہا، لیکن اونھون نے اوسکے قبول کرنے سے انکار کر دیا،[1]

جعفر بن یحیٰی برمکی کی فیاضیون نے تمام دنیا کو اپنا غلام بنا لیا تھا، لیکن صرف محدثین نے اوسکی فیاضی سے فائدہ اوٹھانا پسند نہین کیا، چنانچہ ایک بار اوس نے عیسیٰ بن یونس کو ایک لاکھ درہم دینا چاہے لیکن اونھون نے یہ کہکر واپس کر دیا کہ کہین اہل علم یہ نہ کہین کہ مین نے حدیث کی قیمت لی، مامون نے بھی اون کو دس ہزار کی رقم دینا چاہی، لیکن اونھون نے انکار کر دیا،[2]

ایک بار خلیفہ مکتفی باللہ نے امام محمد بن جریر طبری سے ایک کتاب لکھوائی، اور اس پر انکو صلہ دلوایا لیکن اونھون نے اوس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، اس پر لوگون نے کہا کہ "ضروریات کیلئے کچھ تو چاہیے" بولے "مین امیر المومنین سے درخواست کرون گا، کہ جمعہ کے دن سوال کرنے کی ممانعت کر دین" اسی طرح اون سے ایک وزیر نے بھی فقہ مین ایک کتاب لکھوائی، اور اوس کے صلہ مین ایک ہزار دینار دئے، لیکن انھون نے اون کو واپس کر دیا،[3]

ایک بار ابوسعید بغدادی نے ابو الفتح محمد بن علی البطیری سے دس دینار قرض لئے اتفاق سے وہ سلطان مسعود بن محمد کے پاس گئے، اور اس کا ذکر کیا، اوس نے اون کے ذریعہ سے پانچسو دینار ان کی خدمت

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۴۲، [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶ [3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۲۷۸،

مین بھیجے، وہ نہایت مسرت کے ساتھ اون کے پاس لائے، لیکن اونھون نے اون کے لینے سے انکار کر دیا،[1]

ایک بار امیر یمن نے طاؤس بن کیسان کی خدمت مین پانچسو دینار بھیجے، لیکن اونھون نے قبول نہین کیا،[2]

ایک بار خلیفہ معتضد نے حافظ حربی کی خدمت مین دس ہزار کی رقم بھیجی، اونھون نے واپس کر دی، پھر بھیجی، پھر واپس کر دی،[3]

حضرت ابوہریرہؓ کے داماد حضرت سعید بن مسیب دور بنو امیہ کے سب سے بڑے محدث ہین، وہ بادشاہون کے عطیے کو قبول نہین کرتے تھے، بلکہ اون کے پاس صرف چارسو دینار تھے، جن سے تجارت کرتے تھے، ایک بار بنو امیہ کی طرف سے ان کی خدمت مین، ۳۰ ہزار درہم پیش کئے گئے، لیکن اونھون نے کہا کہ مجھکو بنو امیہ کی ضرورت ہے، نہ مال و زر کی، مین خدا کے سامنے جاؤن گا، تو وہ میرا اور اون کا انصاف کرے گا،[4]

اس بے نیازی نے اون کو اس قدر دلیر بنا دیا تھا کہ ایک بار بنو امیہ کا قاصد جا رہا تھا، اونھون نے اوس سے پوچھا کہ "تم بنو مروان کے قاصد ہو"؟ اوس نے کہا "ہان" بولے "اون کو کس حال مین چھوڑا ہے" اوس نے کہا "اچھی حالت مین" بولے تم نے ان کو اس حالت مین چھوڑا ہے، کہ وہ آدمیون کو بھوکا رکھتے ہین، اور کتون کا پیٹ بھرتے ہین، مطلب بن سائب جو اس واقعہ کے راوی ہین، وہ اس موقع پر موجود تھے، اس واقعہ کو سن کر قاصد ناراض ہوا، تو اونھون نے اوسکو منایا، جب وہ چلا گیا، تو حضرت سعید بن مسیب سے کہا "خدا آپ کی مغفرت کرے اپنی جان دینا چاہتے ہین" بگڑ کر بولے، "چپ رہو خدا کی قسم جب تک مین خدا کے حقوق ادا کرتا ہونگا، وہ میرا ساتھ نہ چھوڑے گا،"[5] کیا اس قسم کے بے نیاز و بے باک لوگون سے یہ توقع کی جا سکتی ہے، کہ انھون نے بنو امیہ کے تقرب یا خوف سے اون کے سیاسی مقاصد کی تائید احادیث سے کی ہوگی،

امام ابو حنیفہ بھی تجارت پر زندگی بسر کرتے تھے، اور سلاطین کے عطیے نہین قبول کرتے تھے،[6]

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ صفحہ ۱۸، [2] تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۸۰، [3] تذکرۃ الحفاظ جلد ثانی ص ۱۶۲، [4] ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۰۰، [5] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۷، ۴۸، [6] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۵۱،

اسلام مین معن بن زائدہ ایک مشہور فیاض گذرا ہے، حضرت سفیان بن عیینہ اوس کے پاس آئے اور اوسکو نصیحت کی، اور یہ نصیحت صرف اون کی بے نیازی کا نتیجہ تھی، کیونکہ

لم یکن سفیان تلطخ بعد بجوائزہم[51]

اب تک سفیان نے اون کے عطیون سے اپنے آپ کو آلودہ نہین کیا تھا،

حافظ تیمی اگرچہ نہایت تنگدست تھے، لیکن سلاطین کے دربار مین نہین جاتے تھے، جسکی وجہ یہ تھی کہ اونھون نے حرص و طمع سے اپنے دل کو خالی کردیا تھا، اگر کوئی شخص اون کو کل دنیا دیدیتا تب بھی اون کے نزدیک اوسکی کچھ قیمت نہ ہوتی،[52]

محدث ابو العلاء ہمدانی نہ ظالمون کا مال لینا پسند کرتے تھے، نہ اون کے مدرسے یا خانقاہ مین درس دیتے تھے بلکہ اپنے گھر مین پڑھاتے تھے، سلاطین کے دربار مین جانے سے اجتناب کرتے تھے، اور اظہار حق مین نہایت بے باک تھے،[53]

حضرت سالم بن عبد اللہ ثقات تابعین مین تھے، ایک بار سلیمان بن عبد الملک نے اون کو خانہ کعبہ مین دیکھا اور کہا کہ مجھ سے اپنی ضروریات طلب کیجئے"، بولے "خدا کے گھر مین خدا کے سوا کسی اور سے نہین مانگتا"[54]

حضرت عمر بن عبد العزیز اون خلفا مین تھے، جن کے دربار مین جانا علما و محدثین کے نزدیک ناجائز نہ تھا، علم حدیث کی تدوین بھی اونہی کے حکم سے ہوئی، اور اونھون نے علم حدیث کے طلبہ کیلئے وظائف بھی مقرر کئے تھے، تاکہ وہ علم حدیث کے درس و تدریس مین فراغت و اطمینان کے ساتھ مشغول رہ سکین، محدثین کو انکے عطیہ کے قبول کرنے سے انکار بھی نہ تھا لیکن وہ اسکو روایت حدیث کی قیمت نہین سمجھتے تھے، اور نہ روایت حدیث پر اس کا کوئی اثر پڑنے دیتے تھے، چنانچہ ایک بار قاسم بن مخیمرہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خدمت مین حاضر ہوئے

[51] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۳۵ [52] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۴۷، [53] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۱۲۰، [54] ابن خلکان جلد ۱ ص ۱۵۸،

اون پر ستر دینار کا قرض تھا انھون نے اون کی جانب سے ادا کردیا سواری کیلئے ایک خچر دیا، اور ۵۰ (دینار یا درہم) وظیفہ مقرر کردیا، اونھون نے کہا کہ آپ نے مجھکو تجارت سے بے نیاز کردیا، اس کے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز نے اون سے ایک حدیث پوچھی، تو بولے کہ "اے امیر المومنین مجھے معاف فرمائیے" راوی کا بیان ہو کہ انھون نے اس طریقہ سے حدیث کا روایت کرنا پسند نہین کیا،[55]

ایک بار امیر طاہر نے محمد بن رافع کی خدمت مین پانچ ہزار کی رقم بھیجی، لیکن اونھون نے واپس کردی،[56]

محدثین کے اس تورع و بے نیازی نے علم حدیث کو کسی قسم کے دنیوی اثر سے متاثر نہ ہونے دیا، حافظ ابراہیم بن طہمان کو بیت المال سے ماہوار وظیفہ ملتا تھا، ایک بار ان سے خلیفہ (غالباً مہدی) کی مجلس مین کوئی مسئلہ پوچھا گیا، اونھون نے کہا کہ "مین نہین جانتا" لوگون نے کہا کہ "آپ ہر مہینہ مین اسقدر وظیفہ لیتے ہین، اور ایسے مسئلہ کا بھی صحیح جواب نہین دے سکتے" بولے "مین وظیفہ صرف اس غرض سے لیتا ہون کہ صحیح مسئلہ بتا سکون، اگر غیر صحیح مسئلہ پر وظیفہ لیتا تو اب تک بیت المال کا کل سرمایہ فنا ہوچکا ہوتا"،[57]

ایک بار قاضی معاذ بن معاذ نے حافظ عفان بن مسلم کو دس ہزار اشرفیان اس غرض سے دینا چاہین کہ وہ ایک شخص پر جرح و تعدیل نہ کرین، اونھون نے یہ کہکر اون کے لینے سے انکار کردیا کہ مین کسی حق کو باطل نہین کرسکتا،[58]

یہی وجہ ہے کہ محدثین امرار و سلاطین کے سامنے حدیث بیان کرنا پسند نہین کرتے تھے، ایک بار دلف بن الامیر ابی دلف خدم و حشم کے ساتھ قبیصہ بن عقبہ کے یہان آیا، اور دروازہ پر ٹھہر گیا، انھون نے گھر سے نکلنے مین دیر کی تو ان خدام نے کہا کہ ملک الجبل کا بیٹا دروازہ پر کھڑا ہے، اور آپ نہین نکلتے، اونھون

[55] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۰۹، [56] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۹۳، [57] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۹۲ [58] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۳۴۰

نے اس دنیوی اثر کو قبول نہین کیا، اور تہ بند کے ایک کونے مین روٹی کا ایک ٹکڑا لیکر نکلے اور کہا کہ "جو شخص اس پر قانع ہے، اوس کو ملک الجبل کے بیٹے سے کیا غرض؟ خدا کی قسم مین اوس کے سامنے حدیث نہ بیان کرون گا"[1]

ایک بار ایک ہاشمی ابن مبارک کے پاس حدیث سننے کیلئے آیا، اونھون نے انکار کیا، وہ واپس چلا تو اٹھے اور رکاب تھام کر اوسکو سوار کرایا، ہاشمی نے کہا کہ آپ میرے سامنے حدیث بیان کرنا تو پسند نہین کرتے، اور میرا رکاب تھامتے ہین"، بولے "مین آپ کے سامنے خود تو ذلیل ہو سکتا ہون، لیکن آپ کیلئے حدیث کو ذلیل نہین کر سکتا"[2]

اگر محدثین خلفاء و سلاطین کے دربار مین کوئی حدیث بیان بھی کرتے تو خوشنودی کے بجائے اوس سے درپردہ خود انکی اصلاح و موعظت مقصود ہوتی، ایک بار ابو جعفر منصور نے عبد اللہ بن طاؤس اور امام مالک کو بلایا، جب دونون بزرگ دربار مین پہنچے تو اوس نے طاؤس سے کہا کہ "اپنے والد سے کوئی حدیث روایت کرو" اون کو خلیفہ کی بے اعتدالیون پر تنبیہ کا موقع ملا، اور یہ حدیث انتخاب کر کے سنائی،

حدثنا ان اشد الناس عذابا	میرے باپ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہو
یوم القیامۃ رجل اشرکہ اللہ	کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب
تعالیٰ فی سلطانہ فادخل	اوس شخص پر ہوگا، جسکو خدا نے اپنی حکومت مین
علیہ الجور	شریک کیا پھر اوس نے ظالمانہ حکومت کی،

امام مالک اس مقصد کو سمجھ گئے، اور اون کو طاؤس کے قتل کا پورا یقین ہو گیا، یہانتک کہ اونھون نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے کہ مبادا اون کے خون کی چھینٹین اون کے کپڑون پر نہ پڑ جائین، پھر منصور نے طاؤس سے تین بار کہا کہ "مجھکو یہ دوات دیدو" لیکن اونھون نے اس حکم کی تعمیل نہین کی، منصور نے وجہ پوچھی تو بولے

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۴۲، [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۵۲،

مجھے ڈر ہے، کہ تم کوئی گناہ کی بات نہ لکھو، اور مین اوسمین شریک ہو جاؤن" منصور نے یہ سنکر کہا کہ "میرے پاس سے دونون اوٹھ جاؤ" طاؤس نے کہا کہ ہم یہی چاہتے تھے[1]

۲- اس بے نیازی سے محدثین مین حق گوئی کا مادہ پیدا ہوا، اور انھون نے نہایت جرأت و بیباکی سے خلفاء کے ظلم و جور کا پردہ فاش کیا، اور خلاف شریعت باتون پر روک ٹوک کی،

چنانچہ ایک بار محدث ابن ابی ذئب خلیفہ منصور کے پاس آئے، اور کہا کہ تمھارے دروازے پر علانیہ ظلم ہو رہا ہے" امام احمد ابن حنبل کہتے ہین، کہ وہ امام مالک سے زیادہ متورع اور حقگو تھے، کہ انھون نے ابو جعفر منصور کے سامنے بیباکانہ یہ کلمات کہے حالانکہ ابو جعفر ابو جعفر تھا،[2]

ایک بار امین نے ایک ایسا فقرہ کہدیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا، کہ وہ مسئلہ خلق قرآن کا قائل ہو، حافظ اسمٰعیل بن علیہ نے اس پر اوسکو برا بھلا کہا اور اوس پر حملہ کرنا چاہا،[3]

خلیفہ مامون الرشید مسئلہ خلق قرآن کا قائل تھا، لیکن یزید بن ہارون کا خوف اوس کو اسکے اظہار کی اجازت نہین دیتا تھا، وہ خود کہتا تھا، کہ "اگر یزید بن ہارون نہ ہوتے، تو مین اس مسئلہ کا علانیہ اظہار کرتا" لوگون نے کہا کہ "یزید کون شخص ہی جس کا خوف ہے" بولا "اگر مین اس کا اعلان کرون تو وہ اسکی تردید کرین گے اور ایک فتنہ اوٹھ کھڑا ہوگا"[4]

یہ حقگوئی محدثین کی عام اخلاقی خصوصیت تھی، اور اس مقدس گروہ مین اگر کوئی شخص اس اخلاقی روش سے ہٹ جاتا تھا تو یہ اوس کے لئے ننگ و عار کا موجب ہوتا تھا، علامہ ذہبی حافظ ابو بکر محمد اشبیلی کے تذکرے مین لکھتے ہین:-

تعلق باذیال الملک ولم یجر مجری	اونھون نے بادشاہ کا دامن پکڑا، اور تمام
العلماء فی مجاھرۃ السلاطین	علماء کی طرح علانیہ بادشاہون کے سامنے نطہا

[1] ابن خلکان جلد ۱ ص ۲۳۳، [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۰۳، [3] طبقات الحفاظ جلد ۱ ص ۲۹۵، [4] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۲۹۲

وَ هُوَ بَصِيرٌ بَلْ دَاهَنَ[1] حق نہین کیا بلکہ اس مین مداہنت کی،

۳- اس بے نیازی کی وجہ سے سلاطین کے دربارون مین جانا، اور روایت حدیث کو ذریعۂ معاش بنانا معیوب قرار پایا، چنانچہ ایک بار امام ابو اسحاق فزاری دمشق مین آئے، اور لوگ اون سے حدیث سننے کیلئے جمع ہوئے، تو اونھون نے کہلا بھیجا کہ جو شخص قدری ہے، جو شخص فلان کی رائے کو مانتا ہے، اور جو شخص بادشاہ کے دربار مین جاتا ہو، وہ ہماری مجلس مین نہ آئے،[2] عمر بن حاجب نے محدث بکری کی تضعیف جن وجوہ کی بنا پر کی اون مین ایک یہ ہے کہ وہ امراء کے یہان آتے جاتے تھے،[3]

علی بن عبد العزیز چونکہ محتاج تھے، اسلئے وہ شاگردون سے مالی فائدہ اوٹھاتے تھے، اور لوگون کی لعنت ملامت سہتے تھے، نسائی نے اسی عیب کی بنا پر اون کو ناپسند کیا ہے،[4]

ابو یعلی اور حسن بن سفیان دونون بڑے پایہ کے محدث تھے، لیکن ابو عمرو الحبری نے ابو یعلی کو حسن بن سفیان پر ترجیح دی، تو لوگون نے کہا کہ "ترجیح کی کیا وجہ ہے، ؟ حالانکہ حسن کا مسند بڑا اور اون کے شیوخ اعلیٰ درجہ کے ہین"، اونھون نے کہا ابو یعلی خَالِصَةً لِوَجْهِ اللهِ حدیث بیان کرتے تھے، اور حسن نے اوسکو کسب معاش کا ذریعہ بنا لیا تھا،[5]

حارث بن محمد چونکہ نہایت تنگدست اور کثیر العیال تھے، اسلئے اون کو مجبوراً روایت حدیث پر مالی معاوضہ لینا پڑتا تھا، اسلئے دار قطنی نے اون کی توثیق کی تو ان الفاظ مین ان کی مجبوری کا اظہار کیا،

اما اخذ الدراهم على الرواية	لیکن روایت پر وہ اسلئے درہم لیتے تھے، کہ وہ
فكان فقيراً كثير البنات[6]	محتاج تھے، اور ان کے بہت سی لڑکیان تھین

غرض علم حدیث پر جو دنیوی اثرات پڑ سکتے تھے، محدثین کی قناعت، بے نیازی اور حق گوئی نے اون کے

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۹۱، [2] تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص ۲۴۰، ۲۴۹، [3] تذکرۃ الحفاظ جلد ۴ ص ۲۳۶، [4] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۱۹۰، [5] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۲۷۵، [6] تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۱۹۴،

تمام دروازے بند کر دیے تھے، یہ سچ ہے کہ بعض محدثین سلاطین و امراء سے تعلقات رکھتے تھے، چنانچہ امام مطرب بن عبد اللہ عمدہ کپڑے پہنتے تھے، گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، اور بادشاہ کے دربار مین آتے جاتے تھے،[1] حضرت ابراہیم نخعی امراء کے یہان جاتے تھے، اور اون سے صلے کے خواستگار ہوتے تھے، اور ان کے پاس ہدیہ بھیجتے تھے،[2] امام زہری کا تعلق عبد الملک بن مروان اور ہشام بن عبد الملک کے دربار سے تھا، اور دونون نے اون کا قرض ادا کیا تھا،[3] لیکن اسکی وجہ یہ تھی کہ بعض محدثین کے نزدیک بادشاہون سے تعلقات کا قائم رکھنا اسلئے مستحسن تھا کہ وہ اون کی رہبری کرسکین، حافظ ابن عبد البر جامع بیان العلم مین لکھتے ہین:-

عادل و فاضل بادشاہون کے دربار و نمیں جانا، اون کا دیکھنا، اور نیک کامون مین ان کو مدد دینا سب بڑا نیکی کا کام ہی، حضرت عمر بن عبد العزیز کی صحبت مین بڑے بڑے علماء مثلاً عروہ بن زبیر اور اون کے طبقے کے لوگ، اور ابن شہاب اور اون کے طبقے کے لوگ رہتے تھے، ابن شہاب (زہری) عبد الملک سے اور اس کے بعد اوس کے بیٹون سے تعلقات رکھتے تھے، اور شعبی، قبیصہ بن ذویب، رجاء بن حیوۃ الکندی مالک بن انس اوزاعی، شافعی، اور علما کی ایک جماعت جن کے ذکر مین طوالت ہو، بادشاہون سے تعلقات رکھتی تھی، اگر عالم کبھی کبھی ضرورت کیلئے بادشاہ کے پاس جائے اور اچھی بات کہے، اور علمی گفتگو کرے، تو یہ اچھا ہے، اور اس مین اس کے لئے موت کے بعد خدا کی خوشنودی ہے، لیکن بادشاہون کی مجلسون مین فتنے غالب ہوتے ہین، اور اون سے بچنے کے یہ معنی ہین، کہ جو کچھ ان مجلسون مین ہو اوسکو ترک کر دیا جائے، اس باب مین جو رسول اللہ صلعم کا یہ قول گذر چکا ہے کہ جس نے انکار کیا وہ بچ گیا، لیکن جس نے اوس کو پسند کیا، اور اوس کی متابعت کی خدا نے اسکو دھتکار دیا، تمھارے لئے کافی ہے،[4]

غرض جو علما و محدثین سلاطین کے دربارون سے تعلق رکھتے بھی تھے، تو وہ صرف اسلئے کہ اون کو نیک کامون مین مدد دین، اور نیک کامون مین ان کی مدد حاصل کرین، چنانچہ اون کے تمام سوانح زندگی سے اس

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص ۵۶، [2] ۔۔۔ [3] تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص ۱۰۶، [4] تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص ۹۷، جامع بیان العلم ص ۳۳،

واقعہ کی تائید ہوتی ہے، ابن شہاب زہری ہی کا یہ اثر تھا، کہ بنو مروان علانیہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی منقصت کی جرأت نہ کرسکے، اور حضرت رجاء بن الحیوٰۃ ہی کا یہ فیضان تھا کہ خلاف امید حضرت عمر بن عبد العزیز جیسا خلیفہ بنو امیہ کی مسند پر بیٹھا، اس مسند نشینی کا واقعہ جو نہایت مؤثر ہے، اور جس سے ہمارے قول کی مزید تائید ہوتی ہے یہ ہے کہ سلیمان بن عبد الملک نے پہلے ایک وصیت نامہ کے ذریعہ سے اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ولی عہد بنانا چاہا تھا، لیکن رجاء بن الحیوٰۃ نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ خلیفہ کا قابل یادگار کارنامہ یہ ہے کہ وہ ایک صالح شخص کو اپنا جانشین بنائے، چنانچہ دو ایک روز کے بعد اوس نے اس وصیت نامہ کو چاک کردیا، اور رجاء بن الحیوٰۃ سے داؤد بن سلیمان کے متعلق رائے دریافت کی، داؤد اس وقت قسطنطنیہ میں تھے، رجاء نے کہا کہ آپ کو کیا معلوم ہے، کہ وہ اسوقت زندہ ہیں یا مر گئے؟ پھر سلیمان نے حضرت عمر بن عبد العزیز کا نام لیا اور رجاء نے کہا کہ وہ نہایت برگزیدہ مسلمان ہیں، سلیمان نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے لیکن اگر میں اون کو خلیفہ مقرر کردوں، اور عبد الملک کی اولاد کا بالکل لحاظ نہ رکھوں، تو ایک فتنہ اٹھ کھڑا ہوگا، اور جب تک میں ان میں کسی کو ان کے بعد ولی عہد نہ بنالوں، لوگ اون کی خلافت تسلیم نہ کریں گے، اسلئے یزید بن عبد الملک کو اون کے بعد ولی عہد بناتا ہوں، رجاء نے بھی اس سے اتفاق کیا، چنانچہ سلیمان نے عہد نامۂ خلافت لکھا، اور رجاء بن حیوۃ نے نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ گمنام طریقہ پر بیعت کی تکمیل کی، معاہدۂ بیعت کے مکمل ہوجانے پر وصیت نامہ کا مضمون پڑھکر سنایا تو ہشام بن عبد الملک نے مخالفت کی، لیکن رجاء بن حیوۃ نے اوسکو قتل کی دھمکی دی، اور حضرت عمر بن عبد العزیز کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر کھڑا کردیا، اس محدث کی اس جرأت نے دنیائے اسلام میں جو انقلاب پیدا کیا اوس کی مدح و ستایش میں آج تک ہماری زبانیں رطب اللسان ہیں،

خطبات مدراس

سیرۃ نبوی کے مختلف پہلوؤں پر آٹھ خطبے (لکچرز) جنمیں نہایت موثر الفاظ میں تاریخی دلائل کے ساتھ آنحضرت صلعم کی سیرۃ مبارکہ اور آپ کی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے ضخامت ۱۵۰ صفحے قیمت:۔ عہ

ملتان سے لکھنو

استدراک چمن اور کوئٹہ کے بیچ میں جو کوہستانی سلسلہ حائل ہے، اور جس کو عرض میں قطع کرکے چمن سے کوئٹہ پہنچتے ہیں، ہمارے رفیق غلام رسول خان نے بتایا کہ اس کا نام خوجک ہے اور جس درہ سے نکل کر یہ انگریزی سڑک نکالی گئی ہے اسکو درۂ خوجک کہتے ہیں، یہ راستہ جسقدر پر پیچ ہے، اس کی کیفیت تو بیان کر چکا ہوں، خان صاحب نے جب اس کا نام خوجک بتایا، تو میں نے عرض کی کہ اس سے بہتر تو اس کا نام گنجلک ہے، اس کی بلندی تقریباً سات ہزار فیٹ اور درہ کی لمبائی تقریباً بیس میل ہے،

رکن عالم ملتان میں حضرت شیخ الاسلام زکریا ملتانی کے مزار پر ہم نے آپ کو چھوڑا تھا، وہاں سے اوس کے دوسرے دروازے سے ہم نکلے، تو موٹر سڑک پر ادھر ہی کھڑی ملی، سامنے ہی بسمت مغرب حضرت شیخ الاسلام کے پوتے حضرت رکن الدین رکن عالم المتوفی ۷۳۵ھ کے مزار کا گنبد نظر آیا، لیکن دل میں کشش نہیں ہوئی، اس لئے وہاں تک جا نہ سکا،

سلطان محمد تغلق کے دربار میں حضرت رکن عالم کا بڑا اعزاز تھا، ابن بطوطہ ہندوستان انھیں بزرگ کے عہد میں آیا ہے، حضرت برہان الدین اسکندری نے ابن بطوطہ کو اسکندریہ کے قیام کے زمانہ میں جن تین مشہور بزرگوں کی زیارت کی خوشخبری سنائی تھی، اون میں سے ایک یہ بھی تھے، ابن بطوطہ ملتان میں انھیں کی خانقاہ میں جو شہر سے باہر تھی حاکم وقت کی اجازت سے ٹھہرا تھا،

حضرت رکن عالم کا یہ روضہ سلطان محمد تغلق نے بنوایا تھا، دیکھنے والوں کا بیان ہے، کہ اس کی عمارت نہایت خوبصورت ہے اور اس میں نقاشی کا کام نہایت عمدہ ہے، اس مزار پر چند دیہات وقف ہیں، اور اوس کے متولی بھی

شیخ مرید حسین صاحب ہین

مزار شمس تبریز | شمس تبریز کے نام سے تو حضرت مولانا جلال الدین رومی کے مرشد مشہور ہین جن کی طرف دیوان شمس تبریز منسوب ہی، ملتان مین ایک مزار اسی نام سے مشہور ہے، اہل تاریخ کے نزدیک اتنا تو مسلم ہی، کہ وہ شمس تبریز نہین جو مولانا رومی کے پیر تھے، مگر پھر یہ کون تھے، اس کے جواب مین یہ قیاس کیا جاتا ہی، کہ یہ اسماعیلی مذہب کے کوئی داعی تھے،

ایک مختصر صحن، اور برآمدہ کے بعد ایک کوٹھری مین ان کا مزار ہے، مزار پر گنبد بنا ہے، دیوارون پر چینی کا کام ہے جس وقت مین وہان پہنچا، کچھ لوگون کو باہر قرآن پڑھتے دیکھا، دل نے کشش نہ پائی جلد واپس آگیا،

ان کی نسبت مقامی اطلاع یہ ہے، کہ ان کا نام شمس الدین تھا، ۱۱۶۵ء (۵۶۰ھ) مین بمقام سبزوار پیدا ہوئے، اپنے مرشد کے حکم سے ملتان تشریف لائے، مشہور ہے کہ یہ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا کے معصر تھے حضرت کے اشارہ پر اہل ملتان نے ان سے مقاطعہ کر لیا تھا، یہان تک کہ کسی نے ان کو پکانے کیلئے آگ بھی نہین دی اونھون نے ناچار اپنی یہ کرامت دکھائی، کہ دریا سے مچھلی اٹھا کر آفتاب کے سامنے کیا، اور کہا کہ اے آفتاب تو میرا ہمنام شمس ہی، قریب آجا کہ مچھلی بھون لون، آفتاب قریب آگیا، اور مچھلی بھن گئی، کہتے ہین کہ ملتان مین گرمی اسی وقت سے زیادہ ہو گئی ہے،

۱۲۴۷ء (۶۴۵ھ) ان کی تاریخ وفات بتائی جاتی ہے، اور کہا جاتا ہی کہ ۱۳۳۰ء مین ان کے پوتے نے یہ عمارت تیار کرائی ہی، اس کے متولی شیعہ ہوتے ہین، موجودہ متولی و سجادہ نشین سید ضمیر حسن شاہ صاحب ہین،

عیدگاہ | اس وقت ملتان کی سب سے یادگار عمارت عیدگاہ کی مسجد ہے، یہ شہر سے شمال و مشرق سمت مین ایک میل کی مسافت پر واقع ہے، دروازہ بجائے پورب رُخ کے ایک بازو پر ہے، اس سے داخلہ کے وقت مسجد کی پوری شان ظاہر نہین ہوتی، دروازہ سے داخل ہوتے ہی بائین بازو پر مسجد کی عمارت ملے گی، صحن بہت وسیع ہے، اندازہ ہو کہ اسمین ایک ہزار آدمی آسکتے ہون گے، مسجد کا دالان خاصہ لمبا ہی، اوپر گنبد اور مینار ہین، دیوارون پر کاشی کا نہایت عمدہ کام ہے، پروفیسر اکبر صاحب منیر نے جو ایران و عراق کی سیاحت کر چکے ہین، اور اسوقت میرے ساتھ تھے، کہا

کہ یہ کام ایران کے سوا اور کہین مین نے نہین دیکھا، اس مسجد کو نواب عبدالصمد خان صوبہ دار لاہور و ناظم ملتان نے بنوایا تھا، ۱۷۲۵ء مین یہ تکمیل کو پہنچی تھی،

نواب عبدالصمد خان کا خطاب سیف الدولہ دلیر جنگ تھا، اور اسی لقب سے مآثر الامراء مین ان کا تذکرہ ہے، سلطان محمد فرخ سیر کے عہد مین پنجاب مین صوبہ دار مقرر ہوئے، اس زمانہ مین یہان سکھون کی بڑی شورش تھی، عبدالصمد خان نے اپنے زمانہ مین ان کے اصل مرکز کا کامیاب محاصرہ کیا، اور اون کے سردارون کو قید کر کے دلی بھیجا، بعد مین یہ ملتان کے ناظم مقرر ہوئے، اور ۱۱۵۰ھ مین وفات پائی،

۱۸۱۸ء مین سکھون نے ملتان کو فتح کیا، کہتے ہین کہ اُن کے زمانہ مین یہ جامع مسجد اصطبل کے کام مین لائی جاتی رہی، ۱۸۴۸ء مین مسٹر اگنیو اور انڈرسن جو ریاست لاہور کے انگریز ریزیڈنٹ کے نمائندہ ہو کر دیوان مولراج کو ملتان کی نظامت سے معزول کرنے آئے تھے، یہین فروکش ہوئے تھے، اور یہین مولراج کے سکھ افسرون کے ہاتھون سے قتل ہوئے تھے، عمارت کے بائین طرف کے آخری منارہ پر انگریزی زبان مین حسب ذیل کتبہ ہے،

"یہان ۲۰ اپریل ۱۸۴۸ء کو پیٹرک وانس اگنیو بنگال سول سروس، اور لفٹنٹ ولیم انڈرسن سکینڈ بمبئی فیوزلیئر جو لاہور کے اسسٹنٹ ریزیڈنٹ تھے، نہایت بیرحمی سے قتل کئے گئے"

اس واقعہ کے بعد لڑائی پیش آئی، جنگ کے بعد جب امن ہوا، تو انگریزون نے یہان ڈپٹی کمشنر کی کچہری قائم کی، ۱۸۹۱ء مین مسلمانون کی درخواست پر اون کو واپس ملی، اسوقت یہ نہایت خستہ حالت مین تھی، مسلمانون نے عام چندہ سے اسکی مرمت کرائی، اسوقت یہ مقامی انجمن اسلامیہ کے زیر نظم ہے، زمین کے چند ٹکڑے اس پر وقف ہین، جنکی اسی قدر آمدنی ہے کہ اس سے چوکیدار کی تنخواہ نکل آتی ہے، ضرورت ہی کہ اہل شہر اپنی اس تاریخی مسجد کی بقا و ترقی کی طرف توجہ فرمائین،

مسجد شاہ محمد خان | دلی کی مرکزی حکومت مین جب ضعف ہوا، تو پنجاب اور سندھ کے قطعہ قطعہ مین افغان سردارون

اور سکھ مثل[1] دارون (جتھہ دارون) نے اپنی چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستین قائم کرلی تھین، راجہ رنجیت سنگھ نے جو خود ایک مثل دار (جتھہ دار) کا بیٹا تھا، رفتہ رفتہ ان تمام سکھ جتھون کو توڑ کر ایک مرکزی سکھ ریاست قائم کرلی، اس مرکزیت سے طاقتور ہو کر اوس نے ایک ایک اسلامی ریاست کو فتح کرنا شروع کیا، اس زمانہ کی یادگار صرف بہاولپور کی اسلامی ریاست رہ گئی ہے، اس زمانہ مین ملتان مین بھی ایک اسلامی ریاست قائم تھی، جس کا بانی درانی سلسلہ کا صدوزئی افغان تھا، نواب علی محمد خان، شجاع خان، اور مظفر خان بہادر صفدر جنگ اس خاندان کے مشہور افراد ہین، رنجیت سنگھ نے اسی خاندان سے اس ملک کو فتح کرکے دیوان مول راج کے باپ کے حوالہ کیا، دیوان مولراج سے سنہ ۱۸۴۹ء مین انگریزون نے چھینا،

اس سدوزئی افغانی ریاست کی یادگار یہ مسجد ہے، سنہ ۱۱۶۱ھ مین بنائی گئی تھی، سکھون کے زمانہ مین یہان سکھ ناظم ملتان کی کچہری ہوتی تھی، اور اس کے اندر سکھون کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب کو رکھا گیا تھا، انگریزون کے قبضہ کے بعد یہ مسلمانون کو واپس دی گئی، مسجد کے متعلق چند دوکانین ہین جنکی آمدنی سے مسجد کا خرچ پورا ہوتا ہے،

باغ عام وخاص دہلی دروازہ کے باہر خانقاہ شمس تبریز کے جنوب مین واقع ہے، کہتے ہین کہ یہان شاہزادہ مراد بن شاہجہان بادشاہ، عام لوگون کی عرضیان سننے کیلئے اجلاس کرتا تھا، اور اسکا دربار خاص بھی یہین لگتا تھا اسلئے باغ عام وخاص کے نام کر مشہور ہوا، سکھون کے عہد مین مولراج کا باپ ساون مل، جو رنجیت سنگھ کیطرف سے یہانکا دیوان وصوبہ دار مقرر ہوا تھا، اسمین اجلاس کرتا تھا، یہان اس شاہی باغ کے علاوہ ایک حضوری باغ ہے جسمین ایک عمارت ابتک قائم ہے، اسکو بھی شہزادہ مراد نے بنوایا تھا،

پرانا قلعہ یہ قلعہ ایک بلند اور وسیع ٹیلہ پر واقع ہے، جب یہ آباد تھا، تو اس کا رقبہ سوا میل کا تھا، اس کے ایک طرف دریائے راوی بہتا تھا، قلعہ مین ہندوؤن اور مسلمانون کی عبادتگاہون کے نشان اب تک باقی ہین، چونکہ یہ جگہ بہت بلند ہے، شام کے وقت ٹھنڈی ہوا کے جھونکے یہان بہت آتے ہین، اسلئے اہل شہر یہان سر شام ہوا خوری کیلئے بکثرت آتے رہتے ہین، یہان سے کھڑے ہو کر دیکھئے، تو سارا شہر نظر کے سامنے ہوگا،

اس وقت یہ قلعہ تودۂ خاک ہے، صرف ایک وسیع ہال اپنی حالت پر آجتک کھڑا ہے، یونیورسٹی نے اپنے

[1] سکھون نے اپنے جتھہ دارون کیلئے یہ اصطلاح قائم کی تھی مس"

سالانہ امتحان کے لئے اسی بدحال ہال کو پسند کیا ہے، اس مین یونیورسٹی کی طرف سے لڑکون کا سالانہ امتحان ہوتا ہے، قلعہ کے بیچ مین مسٹر اگنیو اور اندرسن صاحبان کے دردناک قتل کی یادگار مین پچاس فیٹ لمبا مینار کھڑا کیا گیا ہے،

جامع مسجد یہان جامع مسجد بھی ہے، اندر جانے کا اتفاق نہین ہوا، مولانا اشفاق علی صاحب فاضل دیوبند جو اس کے خطیب وامام ہین، میرے ساتھ تھے، مغرب کا وقت قریب تھا، درگاہ شیخ اسلام بہار الحق سے واپس ہوتے ہوے وضو ہین یہان اتر گئے، یہ جامع مسجد ایک انتظامی مجلس کے زیر نگرانی ہے، اور جناب سید میر حسن صاحب اسکے متولی ہین،

ملتان چھاونی ملتان دو حصون مین منقسم ہے، ایک پرانا شہر ملتان ہے، اور دوسرا نیا ہے، جسکو ملتان صدر یا ملتان چھاونی کہتے ہین، جو انگریزی فوجی کیمپ یا کینٹونمنٹ ہے، یہان کی آبادی اچھی خاصی ہے، بنگلے اور کوٹھیان بکثرت ہین، مسلمانون کی آبادی بھی خاصی ہے، یہان کے قومی رہبر وکارکن سید میر حسن صاحب ہین جو گو آنکھون سے معذور اور ضعیف ہو چکے ہین، تاہم یہان کے معتمد علیہ وہی ہین، ان کے صاحبزادہ سید عبدالغنی صاحب بی اے یہان گورنمنٹ اسکول مین ہیڈ ماسٹر ہین، اور قومی کامون مین اپنے والد ماجد ہی کی طرح سرگرم ہین،

سید میر حسن صاحب اور دوسرے مسلمانون کی کوشش سے سنہ ۱۹۱۱ء مین یہان محمڈن ہال کے نام سے ایک عمارت تیار ہوئی، اور ایک انجمن نصرۃ الاسلام قائم ہوئی، اس کے ماتحت ایک اسکول اور ایک لائبریری کا افتتاح ہوا جس کا نام محمڈن لائبریری ہے، میرا رسم تعارف اس اسکول اور اس لائبریری، اور اسی کے ساتھ اس لائبریری کے روح رواں سید میر حسن صاحب سے اسی زمانہ سے ہے، یہ انجمن جب قائم ہوئی تو مین نے سید صاحب کی طلب پر اپنے حقیقی برادرزادہ مولوی سید ابوظفر صاحب ندوی کو جو اسی زمانہ مین تعلیم سے فارغ ہوئے تھے، یہان بھیجا تھا، اور انہین کی کوشش اور مشورہ سے اس لائبریری نے جنم لیا تھا، اس کے بعد مولوی سید عبدالباری صاحب ندوہ چھوڑ کر لکھنو سے سند فضیلت کے بجائے، ہیوٹ انجینیرنگ اسکول کی سند لیکر یہان وارد ہوئے، اور سنہ ۱۹۱۵ء مین اس لائبریری کے سکرٹری منتخب ہوئے، اسی وقت سے آج تک وہ اسی حیثیت سے اسکی خدمت انجام دے رہے ہین،

محمڈن لائبریری لائبریری کی عمارت اچھی اور بڑی ہے، احاطہ بھی وسیع ہے، اور سبزون اور پھولون سے بارونق ہے،

۱۹۱۵ء مین عاریت کی چند کتابون کے سوا اس مین کچھ نہ تھا، سکرٹری صاحب کی کوشش سے اس مین سال بسال اضافہ ہوتا رہا، یہان تک کہ اب اسمین پانچہزار کتابون کے قریب ہے، اردو کی تمام اچھی کتابین، اور اردو کے مشہور مصنفین کی تمام تصنیفات یہان موجود ہین، فارسی اور عربی کی بھی کچھ کتابین ہین کسیقدر انگریزی کا بھی سرمایہ ہے، کتابون کی فنی تعداد حسب ذیل ہے،

مذہب ودینیات ۴۵۰، تاریخ وسوانح ۵۰۰، ناول اور افسانے ۲۱۱۰، جغرافیہ اور سفرنامے ۴۴، علمی وادبی ۴۴۴، متفرقات، کتب فارسی وعربی ۴۴۰، کتب انگریزی ۳۵۰،

قابل ذکر نئے اور پرانے علمی رسائل کی جلدین بھی موجود ہین، اور وہ اس شمار مین شامل نہین، روزانہ اخبارات اور ماہوار علمی رسالے بھی آتے ہین، یہ کتابین دس الماریون مین قرینہ سے سجائی گئی ہین،

ملتانی زبان ملتان کی ایک خاص زبان بھی ہے، جو پنجابی اور سندھی سے الگ ہے، ملتان کا علاقہ پنجاب اور سندھ کے بیچ مین واقع ہے، اس لئے اس زبان کو ان دونون کے بیچ کی کڑی سمجھ لیجئے،

روانگی ملتان مین میرا قیام تین روز رہا، جن مین سے ایک آدھ دن علالت مین بھی گذرا، چوتھے روز روانگی کا سامان ہوا، ۱۱ بجے کے قریب ٹرین جاتی تھی، اسی پر سوار ہوا، احباب اسٹیشن تک پہنچانے آئے، گاڑی چلی تو پھر وہی ریگستان کا منظر تھا، مگر جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے پنجاب کا سرسبز علاقہ آنے لگا، مغرب کے بعد لاہور آیا، پہلے خیال تھا کہ ایک دو دن لاہور بھی ٹھہرون مگر ملتان مین زیادہ ٹھہر جانے کے سبب سے یہان کے قیام کو ملتوی کیا،

لکھنؤ راستہ مین کوئی قابل ذکر بات پیش نہین آئی، لکھنؤ مین برادر عزیز ومحب صمیم مولانا مسعود علی صاحب ندوی دار العلوم مین تعمیر مسجد کے سلسلہ مین مقیم تھے، ان کو تار کے ذریعہ اپنی آمد کی اطلاع دیدی تھی، دوسرے دن دوپہر کے قریب گاڑی لکھنؤ پہنچی، اسٹیشن پر مولانا مسعود علی صاحب اور ندوہ کے احباب واعزہ موجود تھے، اتر کر دار العلوم ندوہ کے اس خنجانہ مین آیا، جو وہان کی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ مین مسجد کے سامنے نہایت سلیقہ سے تیار ہوا تھا، اور جس کو مولانا نے اپنی صفائی اور خوش سلیقگی سے ایسا بنا دیا تھا کہ کوٹھیون اور بنگلون والے آآکر اس پر رشک کرتے تھے،

مسجد کی تعمیر جاری تھی، مزدورون اور معمارون کا ہنگامہ برپا تھا، ایک طرف آہنی جنگلون کے لئے لوہارون کا کام جاری تھا، دوسری طرف ربڑ کی لمبی نلکیون کے ذریعہ ہر طرف مصنوعی نہر جاری تھی، ندوہ کے اعزاز ی کارکن تعمیر کے امور متعلقہ کی انجام دہی کی غرض سے مولانا کے گرد وپیش حلقہ زن تھے، دار العلوم کے طلبہ افغانستان کے حالات اور اپنے افغان بھائیون کی ترقیون کی روداد سننے کو آتے رہے، قندھار کے انار، اور انگور جو ساتھ آئے تھے، وہ ان عزیزون کو تحفہ کے طور پر ملے، یون ہی دن گذر گیا، اور رات آئی، ، نومبر کی صبح تھی، افغانستان کے سفر کی مستی کا خمار ہنوز چھایا ہوا تھا،

نادر شاہ کی شہادت کہ یک بیک صبح کو ایک دوست نے آکر اطلاع دی کہ شاہ افغان نادر خان نے شہادت پائی، یہ ایسی خبر تھی کہ جس کے ماننے کو دل تیار نہ ہوا، ندوہ کے بعض عزیزون کو سائیکل پر اخبارات کے دفتر مین بھیجا، دس بجے کے قریب خبر یقین کے درجہ کو پہنچ گئی، اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مین نے پچھلے چند ہفتے ایسے تماشے کی سیر مین گذارے جس کا خاتمہ ٹریجڈی پر ہوا،

مسافر از ڈاکٹر اقبال کیا عجیب اتفاق ہی آج، ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جب اس داستان سفر کی آخری سطر سے مین نے فراغت پائی ہے، ڈاک کے قاصد نے ڈاکٹر سر محمد اقبال کی تالیف "مسافر" ہاتھ مین دی، یہ افغانستان کی چند روزہ سیاحت پر موصوف کے شاعرانہ جذبات کا مجموعہ ہے، جو ابھی شائع ہوا ہے، فارسی زبان مین خیبر وسرحد وکابل وغزنین وقندھار کے عبرت انگیز مناظر ومقابر پر شاعر کے آنسو ہین، اور بابر، سلطان محمود، حکیم سنائی، اور احمد شاہ درانی کی خاموش تربتون کی زبان حال سے سوال وجواب ہین، مسافر کا آغاز نادر شاہ شہید کے مناقب سے اور اختتام شاہ محمد ظاہر خان سے اظہار توقعات پر ہے، کہتا ہے،

خطاب بہ شاہ ظاہر خان

اے قبای بادشاہی بر تو راست | سایۂ تو خاک ما را کیمیا است
از تو اے سرمایۂ فتح وظفر | تخت احمد شاہ را شانے دگر

حرفِ شوق آوردہ ام از من پذیر، از فقیرے رمزِ سلطانی بگیر،

ہر کہ خود را صاحبِ امروز کرد گردش او گرد د سپہرِ گرد گرد،

دو جہان رنگ و بو را آبرو ست دوش از و، امروز از و، فردا از وست

مردِ حق سرمایۂ روز و شب است زانکہ او تقدیرِ خود را کوکب است

سرگذشتِ آلِ عثمان را نگر از فریبِ غربیان خونین جگر

ذکر و فکرِ نادری درخونِ تست قاہری با دلبری درخونِ تست

اے فروغِ دیدۂ برنا و پیر، سرِّ کار از ہاشم و محمود گیر،

ہم ازان مردے کہ اندر کوہ و دشت حق ز تیغِ او بلند آوازہ گشت،

روز ہا شب ہا تپیدن می توان، عصرِ دیگر آفریدن می توان،

صد جہان باقیست در قرآن ہنوز اندر آیاتش یکے خود را بسوز

باز افغان را از و سوزے بدہ

عصر او را صبح نو روزے بدہ

(مسافر)

سفرنامۂ روم و مصر و شام

۱۸۹۲ء مین علامہ شبلی نے جو سفر کیا تھا، اس کے حالات، واقعات، یہ سفرنامہ بہت مقبول ہو چکا ہے، اردو مین ممالک اسلامیہ کا یہ پہلا سفرنامہ ہے، جس مین ٹرکی مصر اور شام کے علمی و تعلیمی، تمدنی، کیفیات اور مسلمانون کی موجودہ حالت کی تصویر کھینچی ہے، اب معارف پریس نے اسکو پھر سے نہایت اہتمام اور توجہ کیساتھ شائع کیا ہے، ضخامت ۲۴۴ صفحے، قیمت [illegible]

منیجر

احقر بہاری مرحوم

از محمد معین الدین صاحب ندوی متعلم بی اے، (آنرز) مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ،

بہار کی سرزمین جس قدر مردم خیز ہے، اسی قدر مردم خوار بھی ہے، خدا جانے کیا بات ہے کہ وہان کے لوگون کو شہرت طلبی سے شرم آتی ہے، اہل وطن بھی قدرشناسی نہین کرتے، اس لئے یہان کے اچھے اچھے جوہر قابل ببلبہ کی طرح ابھرتے اور دب جاتے ہین، اگر بہار کے کچھ لوگون کے نام زندہ ہین، تو یہ وہی ہین جنکا آوازۂ کمال دوسرے صوبون تک پہنچا، اور وہان کے لوگون نے قدرشناسی کرکے ان کو شہرت بخشی، بہار کے اُن گمنام اہل کمال مین ایک احقر بہاری مرحوم ہین، یہ بہار کے ایک پرانے کہنہ مشق استادِ سخن تھے، شعر و شاعری کے بڑے بڑے معرکے طے کئے تھے، پچاس ساٹھ برس کے ریاض مین دیوان یادگار چھوڑا، ذیل کے صفحات مین ناظرین کو اسی گمنام صاحب کمال سے روشناس کرنا ہے،

مختصر حالات بشارت حسین نام، احقر تخلص، ضلع عظیم آباد پٹنہ کے ایک گاؤن بڑاڈیہ مین پیدا ہوئے، سالِ ولادت ۱۲۶۰ھ ہے، اُن کے والد ماجد شیخ اکبر حسین اس قریہ کے ایک ممتاز متمول اور ذی عزت رئیس تھے، وہ وہین پیدا ہوئے، اور اپنی تمام زندگی وہین گذار دی،

احقر مرحوم کی ابتدائی تعلیم اسی گاؤن ہی مین ہوئی، فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابین وہان پڑھا کر اُن کے والد نے تعلیم کی غرض سے ۱۲۸۰ھ مین ان کو پٹنہ بھیجا، مولوی خدابخش صاحب جو اس وقت کے ایک لائق عالم تھے ان کی تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے، کچھ عرصہ ان کے زیر تعلیم رہنے کے بعد وہ بہار چلے آئے اور یہین متعدد علما کے زیر سایہ علم کی خوشہ چینی کرتے رہے، با این ہمہ ان مین عربی کی کوئی ایسی اچھی لیاقت نہ تھی، لیکن فارسی اچھی جانتے تھے،

۱۲۹۵ھ مین ان کا نکاح قصبہ بہار شریف کے شیر پور محلہ مین میر حیدر حسین صاحب کی چھوٹی صاحبزادی سے ہوا، اس کے بعد انھون نے بڑاڈیہ چھوڑ کر محلہ شیر پور ہی کی بود و باش اختیار کر لی،

احقر مرحوم فطری شاعر تھے اور برجستہ کلام موزون فرماتے، یون تو بچپن ہی سے انکو شاعری کا شوق تھا لیکن اٹھارہ انیس برس کے سن مین ان کی شاعری اس زمانہ کے مشہور شعراء کے حلقہ مین عزت اور قدر کی نظر سے دیکھی جانے لگی تھی،

لکھنؤ کا قیام شاعری کے بڑھتے ہوئے ذوق نے ان کو بہار مین بیٹھنے نہ دیا، ۱۳۰۳ھ مین وہ لکھنؤ گئے، وہان کی ادبی دلچسپیون نے انھین بہت محظوظ کیا، اور وہان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ اس سے وہ کسی طرح جدا نہین ہونا چاہتے تھے، لیکن گھر کے تعلقات نے واپسی پر مجبور کیا، اور انھین لکھنؤ چھوڑنا پڑا، لکھنؤ چھوڑنے کا جو صدمہ اُن کے دل کو پہنچا وہ اُن کی اس رباعی سے ظاہر ہے،

وہ عہدِ شباب وہ جوانی میری وہ بزمِ سخن وہ شعر خوانی میری

وہ اہلِ ہنر وہ لکھنؤ کے جلسے افسانۂ خواب ہے کہانی میری

آزل لکھنوی سے تلمذ لکھنؤ کے زمانۂ قیام مین وہ آزل لکھنوی سے اصلاح لیا کرتے تھے، اور انھین سے اُن کا رشتۂ تلمذ تھا، چنانچہ ایک شعر مین وہ اپنے لائق استاد پر اس طرح فخر کرتے ہین،

سب جانتے ہین احقر شاگرد ہون آزل کا استاد مانتے ہین اردو زبان والے

احقر کا سلسلۂ تلمذ یہ ہے:- احقر۔ آزل، صبا، آتش، مصحفی،......

احقر مرحوم کو آتش کے اتباع کا بڑا شوق تھا، اور اُسمین ان کو کد تھی، لکھتے ہین ؎

اور دین لذت خاک نہین آمد کا مزا ہے احقر وہ چال نہ چل جو کہین آتش کے چلن کو چھوڑ دیا

دکن کا سفر احقر مرحوم ایک دفعہ حیدر آباد دکن بھی گئے، وہان دربار مین بھی ان کو باریابی حاصل ہوئی اور قدردان سخن کی نظرون مین وہ کافی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے گئے، ریاست مین ایک اچھی جگہ بھی دیگئی، لیکن کسی وجہ سے ناپسند کیا، اور وہان سے چلے آئے، تاہم ان کو دکن کی یاد آتی رہی، کہتے ہین،

فرقت سے آپکی ہمین غربت وطن مین ہے یان کا لبد ہے، روح ہماری دکن مین ہے

کانپور مین قیام اور ترک شاعری حیدر آباد سے واپس آنے کے بعد وہ زیادہ تر کانپور مین رہنے لگے، اُن کے اسی زمانہ

قیام مین مسجد کانپور کے شہید ہونے کا ہنگامہ برپا ہوا، جس مین بے گناہ مسلمانون کی خونریزی اور قید و بند کے مناظر انکی نگاہون کے سامنے گذرے، اُن کی اسلامی حمیت جوش مین آئی، اور بلا خوف و خطر حکومت کے بے جا تشدد کے اظہار مین شتر بند کا ایک مسدس لکھکر عام جلسہ مین سنایا، جس کا حاضرین پر بے حد اثر ہوا، آخر حکومت کی جانب سے وہ مسدس ضبط کیا گیا، اور ہمیشہ کے لئے وہ صفحۂ ہستی سے مٹ گیا، اس مسدس کے لکھنے پر وہ بغاوت کے الزام مین گرفتار کئے گئے، اور مقدمہ چلایا گیا، اس مقدمہ سے تو خیر کسی طرح رہائی ہوگئی، لیکن یہ حکم برقرار رہا کہ وہ آئندہ کسی جلسہ مین کوئی نظم نہ پڑھین، احقر مرحوم اس واقعہ کے بعد کانپور سے چلے آئے، اس کے بعد ہی ان کے نوجوان ہونہار صاحبزادہ ناظم مرحوم کا عالمِ شباب مین انتقال ہوگیا، اس حادثہ کا اُن کے دل پر بڑا گہرا اثر ہوا، اور آخر شاعری کے تفریحی مشاغل سے بالکل کنارہ کش ہوگئے، اُن کی آخری غزل یہ ہے،

احقر سے جو پوچھا کیون تمنے اب شغلِ سخن کو چھوڑ دیا

بولے کہ گیا جب موسمِ گل، بلبل نے چمن کو چھوڑ دیا

سفر حج احقر مرحوم نے اپنی زندگی مین دوبار حج کیا تھا، ایک مرتبہ کمسنی مین اپنے برادر معظم کے ساتھ اور دوسری مرتبہ جوانی مین، چنانچہ اس رباعی مین اسی کی طرف اشارہ ہے، ؎

کس جا نہ تمھین حضور ہم نے دیکھا ایمن گئے کوہ طور ہم نے دیکھا

لیکن نہ ملا یہ قسمت اپنی ڈھونڈھا تمھین، دور دور ہمنے دیکھا

وفات پچاس ساٹھ برس کی شاعری کے بعد بہتر برس کی عمر مین احقر مرحوم نے ۱۳۴۶ھ دسوین رمضان المبارک کو شہر پٹنہ محلہ سلطان گنج مین انتقال کیا، اور وہین سپرد خاک کئے گئے،

کلام کا نمونہ چلے ہو گھر سے جو بن سنور کر بتاؤ صحبت کہان رہیگی تو ہنس کے بولے تمھین غرض کیا جہان رہیگی وہان رہیگی

بقا ہے ذاتِ خدا کو تنہا فنا ہے ہر چیز کو جہان مین نہ یہ رہیگی نہ وہ رہیگی وہی رہیگی جہان رہیگی،

بجا نہین ہماری پیری مین فکرِ عقبیٰ تھکتے ہین جب مسافر منزل کو ڈھونڈتے ہین

وحشت تو لیگئی تھی جنون نے خاک بن مین   مٹی ہماری لائی پھر گھیر کر وطن مین

کھلنے نہ پائے پردہ مجھ زار و ناتوان کا   یارو لپیٹ دینا اچھی طرح کفن مین

شیشۂ دل غیر کے لائق نہین   اس مرقع مین تری تصویر ہو

کثرتِ عصیان نہین وجہِ نجات   جرم بیحد ہو تو کیا تعزیر ہو

وصل مین تم کیا تمھاری ہائین کیا   آج موقع پر ابھی ڈر جائین کیا

عمر کاٹی بتکدہ مین بیٹھکر   اُٹھکے اب پیری مین کعبہ جائین کیا

جوہر تو ہے پہ قدرِ گہر کب وطن مین ہے   نے آبروِ عقیقِ یمانی یمن مین ہے

دونون کا حال ایک ہے اس گل کے ہجر مین   پہلو مین دل ہے بلبلِ نالان چمن مین ہے

پھنکا جاتا ہون مثلِ طور دل سینہ مین جلتا ہے   یہ کس کے منھ سے کلمہ لن ترانی کا نکلتا ہے

نہ کہنا پھر کہ کیسا دل مرا بیچین کر ڈالا   جگر کو تھام لو نالہ مرے منھ سے نکلتا ہے

طلب کرتے ہین وقتِ نزع اے جان اپنی تمکو   کہ تم بھی دیکھ لو عاشق کا کیونکر دم نکلتا ہے

چلا جاتا ہے یہ کہکر مرے رونے پہ وہ ظالم   یہ طفلِ اشک ہر ہر بات پر یون ہی مچلتا ہے

ہوتا ہے آرزو سے فقط آدمی ذلیل   حاصل ہو مدعا جو کوئی مدعا نہ ہو

لے تو چلے ہین داغ کے ہم بھی بغل مین دل   دھڑکا ہے یہ پسند بھی ہو ان کو یا نہ ہو

قصۂ فضول حجت و تکرار ناروا   دل پھیر دین حضور اگر کام کا نہ ہو

ہم جانتے ہین لطفِ شبِ انتظار کا   وعدہ بھی وہ کرین تو الٰہی وفا نہ ہو

پیشِ خدا بیان کرین سب بتون کا حال   روزِ جزا کسی کا اگر سامنا نہ ہو

کیون نہ ہو سوزِ جگر اشکِ روان سے زائل   خاصیت آگ بجھانے کی ہے ہر پانی مین

مینھ برستے مین جو یاد آتا ہے وہ گل احقر   اور ہوتے ہین مرے داغِ جگر پانی مین

حرم کا زاہدون کو دردِ سر ہو   جبین میری ہو تیرا سنگِ در ہو

ٹھہر اے موت جلدی کیا پڑی ہے   مہیا کچھ تو سامانِ سفر ہو

بہت عاصی سہی رندِ سیہ کار   مگر اے واعظو تم بھی بشر ہو

اٹھاؤ سر ذرا آنکھین ملاؤ   ابھی کھوئے ہوئے کیوں اسقدر ہو

ہمارے سامنے احقر تعلی   تمھین ہم جانتے ہین جس قدر ہو

حاصل اتنا تو ہوا خوگرِ حرمان ہوکر   سختیاں ہم پہ گذرنے لگین آسان ہوکر

کیا ملا مائلِ حسنِ رخِ خوبان ہوکر   رہ گئے کوچۂ کاکل مین پریشان ہوکر

اُن سے بھی اپنا شباب اب نہین دیکھا جاتا   آئینہ ہاتھ سے رکھدیتے ہین حیران ہوکر

سچ کہا حضرتِ منصور نے یا جھوٹ کہا   آدمی دیکھ لے محوِ رخِ جانان ہوکر

بندۂ دیر کو ترغیبِ حرم دیتے ہو   واعظو شرک سکھاتے ہو مسلمان ہوکر

طعن ہم رندون پر اے زاہدِ مغرور نکر   ہوش رہتا نہیں مستِ مئے عرفان ہوکر

نفسِ امارہ کو کر زور سے زیر اے احقر   مور نا چیز سے دبتا ہے سلیمان ہوکر

دل کی آشفتگی تو کیا جانے   ایسی باتین تری بلا جانے

دیکھ لے اسکو جسکا جی چاہے   شرط یہ ہے کہ دیکھنا جانے

باوفا لوگ جانتے ہین مجھے   ارے او بیوفا تو کیا جانے

بے خبر ہو جو خانۂ دل سے   کعبہ و دیر کو وہ کیا جانے

قصۂ زلف پوچھئے تو کہوں   اور باتین مری بلا جانے

نہ رہا لطفِ زندگی احقر   اب مین جیتا ہون کیون خدا جانے

جو یہ کمسن سمندِ ناز کو مہمیز کرتے ہین   ہین پامال کیا کیا سبزۂ نوخیز کرتے ہین

ہنسی آتی ہے ہم کو واہ رے بیماری الفت مرض بڑھتا ہے اتنا جس قدر پرہیز کرتے ہین

لگے آگ اس شفق کو رات گذری یار جاتا ہو ہم اب جام صبوحی اشک سے لبریز کرتے ہین

قیامت ہو یہ سرمہ اور بھی ان خوش نگاہون کا چٹا کر سنگ چھریون کو یہ ظالم تیز کرتے ہین

ثنائے ابروئے خمدار مین لکھتے ہین شعر احقر طبیعت کند جب ہوتی ہے یون ہم تیز کرتے ہین

کلام پر رائے | احقر کے کلام کو چار حصون مین تقسیم کیا جاسکتا ہے، (۱) اردو غزلیات، (۲) رباعیات (۳) ریختی (۴) فارسی کلام،

غزلیات | ہمارے پرانے شاعرون کی طرح احقر کے کلام کا بھی بڑا ذخیرہ غزلیات پر مشتمل ہے، ان کے سوانح زندگی سے آشکارا ہے کہ وہ لکھنؤ کے دلدادہ تھے، وہ طرز شاعری مین بھی بالکل لکھنؤ کے پیرو اور مقلد تھے، زبان کی صحت کا خیال، محاورہ اور روزمرہ کا لحاظ، لفظی صناعی، مشکل ردیفون مین سخن آرائی، سب کچھ لکھنؤ کے طرز پر ہے، تاہم میر کے طرز سخن کو بھی ہاتھ سے جانے دینا نہین چاہتے، اور غالبًا یہی ان کی بڑی خصوصیت ہے، ملاحظہ ہو،

احقر سے جو پوچھا کیون تم نے اب شغل سخن کو چھوڑ دیا بولے کہ گیا جب موسم گل بلبل نے چمن کو چھوڑ دیا

دل بھٹکے کسی کی زلفون مین کس طرح الٰہی چھوٹ گیا معلوم نہین کیا پیچ پڑا کافر نے جو من کو چھوڑ دیا

آتے مین عجب انداز سے وہ ڈالے ہوئے رخ پر بالون کو زلفین جو نہین اک شور ہوا سورج نے گہن کو چھوڑ دیا

اب آنکھ کسی پر کیا ڈالین نظرون مین کوئی جچتا ہی نہین آنکھون پہ ترے صدقہ کرکے جنگل مین ہرن کو چھوڑ دیا

چونکے نہ کسی دن خواب سے ہم غفلت مین بسر کی عمر اپنی اے وائے غضب کب آنکھ کھلی جب روح نے تن کو چھوڑ دیا

تھے آسرے جتنے ٹوٹ گئے یاران وطن سب چھوٹ گئے اے وادیٔ غربت تو نے سنا کیون ہم نے وطن کو چھوڑ دیا

اردو مین لذت خاک نہین آمد کا مزا ہے اے احقر
وہ چال نہ چل جو لوگ کہین آتش کے چلن کو چھوڑ دیا

احقر کے کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گو ان کی شاعری کا زیادہ حصہ گل و بلبل کے افسانون سے بھرا ہوا ہے

پھر بھی تصوف کے آب و نمک سے ان کی شاعری خالی نہین، ؎

یہ عشق کی ہے سرکار احقر غصہ بھی یہان ہو پیار بھی ہو ہر زخم جگر کے پھائے مین کافور بھی ہے زنگار بھی ہو

کیا ہنسی مین ملایا ہے تو نے کیا بات ہو آمین اے ساقی جو رند ہے اس میخانے کا مدہوش بھی ہو ہشیار بھی ہو

یہ راز کی باتین ہین اس کو سمجھے تو کوئی کیونکر سمجھے انسان ہے پتلا حیرت کا مجبور بھی ہے مختار بھی ہو

حیران ہین تیرے مذہب سے سب گبر و مسلمان اے احقر
اے واہ رے تو سبحان اللہ تسبیح بھی ہے زنار بھی ہو

ایک شعر مین وحدت شہود کا مسئلہ بیان کیا ہے، ؎

نقطۂ صنعت صانع مری نگاہ مین ہے عیان گلون مین ہے کانٹون مین ہو گیا ہے

دنیا کی بے ثباتی، ؎

احقر مسافرانہ بسر کر رہے ہین ہم دنیا مین کیا لگائین دل اپنا سرا تو ہے

جناب داغ آسمان کو اس طرح دھمکاتے ہین،

کبھی فلک کو پڑا دل جلون سے کام نہین اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین

اسی مضمون کو حضرت احقر اس طرح ادا کرتے ہین،

چار نالون مین ابھی ڈھا دون تجھے اے فلک تیری بھی کچھ بنیاد ہے

جناب جلیل اپنی توبہ شکنی کا سبب کالی گھٹا کو ٹھہرا کر خود کو بے قصور ثابت کرنے کی اس طرح کوشش کرتے ہین

توبہ تو کر چکا تھا مگر کیا کہون جلیل کالی گھٹا کو دیکھ کے نیت بدل گئی

مگر اس احقر شاعر کو بھی دیکھئے کہ وہ اپنی توبہ شکنی کا عذر کس طرح پیش کرتا ہے،

توبہ تو کی تھی واعظا تجھ سے مگر کہون مین کیا آج ذری سی پی گیا ابر بہار دیکھکر

حضرت امیر نے ایک شعر مین اپنی نازک دماغی اس طرح دکھائی ہے،

دوزخ مجھے قبول ہے اے منکر و نکیر — لیکن نہیں دماغ سوال و جواب کا

لیکن احقر بھی کچھ کم "بد دماغ" نہیں، وہ اپنے سنگدل معشوق کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کرتے ہیں لیکن سوال و جواب اور بحث کرنے کے لئے تیار نہیں،

اس بُت سے کون بحث حضور خدا کرے — احقر اسی پہ چھوڑ دو جو فیصلہ کرے

بیگانگیٔ خلق سے تنگ آکر غالب نے اپنے کو اس طرح سمجھایا ہے،

بیگانگیٔ خلق سے بیدل نہ ہو غالب — کوئی نہیں تیرا تو مری جان خدا ہے

لیکن احقر بیگانگیٔ خلق کی پرواہی نہیں کرتا، اگر کوئی اس سے بے وفائی کرتا ہے تو یہ بجائے رنجیدہ خاطر ہونے کے خود بھی منھ پھیر لیتا ہے،

دنیا نے مجھ سے پھیر لی آنکھیں تو کیا ہوا — کچھ غم نہیں ہے کوئی نہیں ہے خدا تو ہے

"عشق بتاں" سے پچھتا کر جناب مومن اپنی شرمندگی اور ندامت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں،

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن — آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

لیکن ذرا احقر کی شرمندگی کو دیکھئے،

خدا کے سامنے ہم جائیں کیونکر — بتوں پر عمر بھر شیدا رہے ہیں

جناب مومن کے شعر میں افسوس کے ساتھ غصہ بھی ملا ہوا ہے، لیکن احقر کے اس شعر میں ایسی عاجزی ندامت، یاس، اور حسرت پائی جاتی ہے کہ انسان پڑھکر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا،

غالب کا ایک بہت مشہور شعر ہے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے — بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کئے ہوئے

احقر کے "طوفانِ آب" کا منظر یہ ہے،

رو رو کے ہجر یار میں طوفاں اٹھاؤنگا — بیٹھا ہوں آج ساتھ لئے چشم تر کو میں

جناب ریاض کا شعر ہے،

بڑے صاف ظاہر بڑے پاک باطن — ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

اس میں کوئی کلام نہیں کہ شعر اپنی سادگی، برجستگی، اور طرز بیان کے اعتبار سے آپ اپنی نظیر ہے احقر کا شعر بھی اس سے کم نہیں،

ہمارے سامنے احقر تعلی — تمہیں ہم جانتے ہیں جس قدر ہو

واعظوں اور شاعروں میں ہمیشہ سے لاگ چلی آتی ہے، لیکن احقر کے طرز بیان میں کچھ ایسی لذت ہے کہ اُن کی مذمت میں تلخی نہیں پائی جاتی،

دیکھو احقر سے نہ اُلجھو واعظو — تم ہو دیوانے تو یہ مجذوب ہے

دوسری جگہ غریب زاہد کو باتوں باتوں میں کیسا لیا ہے،

زاہد سے اور تجھ سے احقر ملاپ کیسا — کیسی ذلیل تیری اوقات ہو گئی ہے

رعایت لفظی جو فن شاعری میں ایک قابل قدر چیز سمجھی جاتی ہے، احقر کے یہاں بھی کثرت سے ملتی ہے، چنانچہ اُن کی ایک غزل "صنعت مرصع" میں ہے،

مجھ کو فگار دیکھکر، حالت زار دیکھ کر — رو دیا یار دیکھ کر آگیا پیار دیکھکر

ہجر کی رات الاماں ظلمت گور تھی عیاں — قبر کا پھر گیا سماں، یہ شب تار دیکھکر

میں ہوں بلا کا سخت جاں آپکی نازکی عیاں — دوہری نہ ہوں کلائیاں کیجئے وار دیکھکر

توبہ تو کی تھی واعظا تجھ سے مگر کہوں میں کیا — آج ذرا سی پی گیا، ابر بہار دیکھکر

احقر مرحوم شعرائے لکھنؤ کی پیروی میں سخت زمین میں اکثر غزل کہتے اور اس بارہ میں ان کو کسی حد تک اصرار معلوم ہوتا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اُن کی اکثر غزلیں سنگلاخ زمینوں میں ہیں، مشکل ردیفوں کو نباہنا اُن کا خاص کمال ہے "دھوپ" پر ان کی طبع آزمائی ملاحظہ ہو، حق یہ ہے کہ خوب نباہا ہے، اور یہ نہ صرف کندن دکاہ برآوردن ہے، بلکہ اس غزل کے بعض بعض شعر اپنی بلندیٔ خیال اور جدتِ مضمون کے لحاظ سے

قابلِ داد ہین ،

کب دشمنِ رندانِ قدح نوش ہوئی دھوپ　　جب آئی گھٹا جھوم کے روپوش ہوئی دھوپ

ٹھہرا کوئی عکس رخِ یار کے آگے　　خورشید چھپا شرم سے روپوش ہوئی دھوپ

اے ابرِ کرم یاد جو آئی تری رحمت　　میدانِ قیامت کی فراموش ہوئی دھوپ

وہ آئے دمِ صبح، لبِ بام، چھپا مہر،　　دن بھر کے بکھیڑون سے سبکدوش ہوئی دھوپ

پیری مین نہین جامِ صبوحی کا مزا کچھ،

اختر سبب تو بہ مئے نوش ہوئی دھوپ

روزانہ کی بول چال مین شعر کہنا جتنا دشوار ہے، اتنا ہی شاعری کا کمال بھی ہے، اور جناب اختر کی خصوصیاتِ کلام مین جو چیز سب سے زیادہ نمایان ہے وہ یقیناً روزمرہ کا استعمال ہے، وہ شعر اس طرح لکھتے ہین، جیسے کوئی شخص گفتگو کر رہا ہو، یہان اُن کے کلام سے چند غزلین پیش کیجاتی ہین،

مئے سے انکار کوئی بات ہے یہ　　پیجئے پیجئے برسات ہے یہ

شوق سے لیجئے دل حاضر ہے　　آپ سے عذر کوئی بات ہے یہ

بھیجئے خلد مین یا دوزخ مین　　آپ راضی ہون بڑی بات ہے، یہ

ہوسِ خلد ہے طاعتِ زاہد　　بات بس قبلۂ حاجات ہے یہ

ایک دل ہے مانگنے والے ہزار　　کس مصیبت مین ہماری جان ہو

یہ نصیحت اور یہ عہدِ شباب　　تو بھی اے ناصح بڑا نادان ہو

دیکھ لو بیمارِ غم کو دیکھ لو　　کوئی دن کا اور یہ مہمان ہو

بخشدو اختر کو اے بندہ نواز

ہو گئی اس سے خطا، انسان ہو

گالیان سُن کے چپ رہون کب تک　　میرے منھ مین زبان ہے کہ نہین

خانۂ دل مین کیون نہین آتے　　یہ تمھارا مکان ہے کہ نہین

ہو کرم غیر پر مرے آگے　　یہ ستم مہربان ہے کہ نہین

ان بتون کو خدا سے کیا نسبت　　وہ یقین یہ گمان ہے کہ نہین

لکھنؤ کے ذوق اور میر صاحب کے میخانہ کی جرعہ نوشی ملاحظہ ہو،

کچھ بات ہی ایسی ہے جس سے دم بھر بھی اُنھی آرام نہین　　اب حال تو یہ ہے اختر کا گر صبح رہا تو شام نہین

کر طعن نہ مجھپر اے واعظ نادان یہ اچھا کام نہین　　پہنچیگی کبھی تو آہ مری کچھ عرش بتون کا نام نہین

دل خانۂ شادی تھا میرا آباد تھی اک دن یہ بستی　　اب دیکھتے کیا ہو سینہ کو اس گھر مین خوشی کا نام نہین

زبان کرون کیا چیز یہ، ہو دل جو پسند اے جان تمھین　　مفلس کا سمجھ لو مال اسکو کیا دام اسکا کچھ دام نہین

ہین عاشقِ زلفِ روئے صنم بس عشق ہمارا مذہب ہے،　　اب رہتے ہین ہم جس منزل مین وان کفر نہین اسلام نہین

یہ کافر و مومن دیر و حرم اسرار ہین اس کی حکمت کے　　جو واقف ہو وہ واقف ہو یہ ہین خاص یہ باتین عام نہین

آتی ہین صدائین کانون مین دن رات یہی کہتا ہو کوئی　　چلنے کے لئے طیار رہو رہنے کا یہان کچھ کام نہین

گھبرائے جو بندے محشر مین رحمت نے صدائین دین بڑھکر　　لکھے سے ملا کر دیکھا ہے تم لوگون پر کچھ الزام نہین

پوچھے جو کوئی احوال مرا کچھ بیچ کی حالت کہہ گذرون　　ایسا ہی فسانہ ہے جسکا آغاز نہین انجام نہین

کیا دور ہے کیسی گردش ہے اے چرخِ کہن یہ بدعت نو　　اغیار کو بخشے خم ساقی یارون کے لئے اک جام نہین

اے چرخِ ستمگر خوب ہمین رسوائے زمانہ تو کر لے　　ہم عشق کے بندے ہین ہم کو اندیشۂ ننگ و نام نہین

دن آگئے مرنے کے لیکن دل مین ہے ہوس ناکی ابتک

اندھیر یہ کیسا ہے اختر کچھ فکرِ چراغِ شام نہین

رباعیات　اختر نے رباعیان بھی بہت کہی ہین، سب کو معلوم ہے کہ رباعی کا کمال یہ ہے کہ چار مصرعون کے

کوزہ مین، وسیع وعمیق معانی کا دریا بند کر دیا جائے، اور طرز ادا ایسا ہو کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہے،

اخلاص عمل کے متعلق اکثر شعرا نے بہت کچھ کہا ہے، اور بہت خوب کہا ہے، لیکن احقر کا انداز ملاحظہ ہو:

یون لاکھ زبان پر ہو جاری توبہ — ہو کام تو کام کی ہے ساری توبہ
اخلاص اگر نہین تو طاعت بے سود — بگڑی کو بنائے کیا ہماری توبہ

اختلاف مذاہب کی صوفیانہ حقیقت یون واضح کرتے ہین،

گیسو ترے ہین روئے زیبا تیرا — کعبہ ترا صنم، کلیسا تیرا
کچھ مومن و برہمن جو سوچین احقر — ہو جائے دلون سے دور میرا تیرا

"جوانی دیوانی" کس کی نہین ہوتی، اس وادی سے احقر بھی گذرے تھے، شباب نے جہان گم کردہ راہ کیا تھا، پیری نے واماندہ راہ کر دیا ہے، لیکن جوانی کی یاد اس عہد مین بھی جوش و ولولہ سے خالی نہین، کس مزہ سے کہتے ہین، سب کچھ کہدیا اور کچھ نہین کہا،

احقر: عہد شباب! توبہ توبہ — وہ ضبط! وہ اضطراب! توبہ توبہ
کچھ ہم سے نہ پوچھئے جوانی کا حال — توبہ توبہ! جناب توبہ توبہ

ان سیہ کاریون کے بعد طلب مغفرت بھی شعرا کا عام مضمون ہے، احقر کی طلب عفو کا رنگ یہ ہے،

احقر اُف رے سیاہ کاری تیری — بے جا نہین یار! بے قراری تیری
ہو طالب عفو دیکھ مایوس نہ ہو — سُن لے شاید جناب باری تیری

ایک رباعی مین اپنے خالق سے تقسیم و تقدیر کا گلہ اس پیرایہ مین کرتے ہین،

گل رویون کو عیش باغ بخشا تونے — مجھ کو دل داغ داغ بخشا تونے
کیا ضد تھی کہ پھونکنے کو گھر بار مرا — جلتا ہوا اک چراغ بخشا تونے

شراب رباعیات کا خاص مضمون ہے، احقر کے میخانۂ سخن مین دیکھئے کہ یہ شراب کس کس رنگ مین آتی ہے

کیونکر رہے غم سے میرا سینہ خالی — گھنگھور گھٹا ہو اور مینا خالی
ساقی اک جام، میکدہ کا صدقہ — برسات کا جاتا ہے مہینا خالی

لا مجھ کو شراب ناب ساقی دیدے — اس ابر مین آفتاب ساقی دیدے
کل روز حساب خیر دیدینگے حساب — لے آج تو بے حساب ساقی دیدے

عاشقانہ رنگ کی رباعیون کا انداز یہ ہے،

ہے ہے اسی درد سر نے مارا مجھ کو — کافر تری نظر نے مارا مجھ کو
موت آگئی عشق زلف و رخ مین احقر — آخر شام و سحر نے مارا مجھ کو

اپنے محبوب کے زلف و رخ کو شام و سحر سے تشبیہ دینا مشہور عام ہے، لیکن اس شام و سحر کی تشبیہ اور ابہام سے موت کا ثبوت بہم پہنچانا شاعرانہ جدت ہے،

شاعری کی ایک مقبول صنف منظر کشی بھی ہے، احقر کے کلام مین اس کی مثالین کم ملتی ہین، تاہم ایک رباعی مین موسم بہار کا منظر کس دلکش طریقہ سے کھینچا ہے،

کیا بن کے نئی دُلہن بہار آئی ہے — پھولون کا گلے مین دیکھے ہار آئی ہے
غنچے کیا کیا چٹک رہے ہین احقر — جوبن پہ صبا جو ہاتھ مار آئی ہے

شراب کے متعلق اُن کی ایک رباعی ہے، اور واقعی خوب ہے اور کیا عجب کہ یہ وہی رباعی ہو جس کو کہ انھون نے حیدرآباد کے کسی بزم مشاعرہ مین پڑھ کر حضرت برتر جیسے ممتاز شاعر سے خراج تحسین وصول کیا تھا، رباعی یہ ہے ؎

کیا بزم مین بے حجاب آئی ہے — بدلی ہے تو بن کے آفتاب آئی ہے
انگور مین چھپ رہی تھی ظالم جا کر — اب کھنچکے میرے سامنے شراب آئی ہے

نوربین واسوخت اُن کے کلام مین ایک چیز جو آج سے پچیس سال قبل یقیناً بڑی انوکھی ہوگی،

"یورنیش[1] واسوخت" ہے، جس میں اردو زبان میں انگریزی الفاظ کھپائے ہیں، احقر جیسے پیرانہ سال اور کہنہ خیال شاعر کے لئے نظم میں انگریزی کے پورے پورے لفظ کو اس بے تکلفی اور استادی سے کھپا دینا کہ انگریزی اور اردو کے اندر کوئی فرق نہ معلوم ہو اعجاز ہے، شاعر نے ہر ایک شعر میں انگریزی کے ایک دو لفظ کو ایسے عمدہ موقع اور محل پر استعمال کیا ہے، کہ اس سے شاعر کے متعلق بجا طور پر یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ وہ نہ صرف فن شاعری کا ایک باکمال استاد ہے بلکہ انگریزی زبان پر بھی قدرت تام رکھتا ہے، اس واسوخت کے سلسلہ میں ایک دلچسپ نقل بیان کیجاتی ہے، ایک روز احقر کے ایک گریجویٹ دوست ملنے آئے، سلسلۂ گفتگو میں انگریزی کا کوئی لفظ احقر کے صحیح ادا نہ کرنے پر اُن کے ایک دوست کو ہنسی آگئی، احقر کو اسکا بڑا صدمہ ہوا، اور اسی وقت سے انگریزی پڑھنی شروع کر دی، اور تھوڑے ہی عرصہ میں انگریزی زبان پر کامل عبور حاصل کر لیا، یہ یورنیش واسوخت انکی اسی کوشش کا ایک کرشمہ ہے، یہاں اس کے تین شعر نقل کئے جاتے ہیں، ؎

نیم سے عشق کے میں تو کبھی آگاہ نہ تھی　　خبرِ شادی و سرور و مجھے واللہ نہ تھی
(ہم)

لَو ہے کیا چیز، افکشن کسے کہتے ہیں بشر　　بلوڈ ورڈ ہے کیا، کہتے ہیں کس شئی کو لوَر
(عشق — غم — نفظ — معشوق — عاشق)

سرپرائز مجھے اس بات کا ہے حد سے سوا　　ایک ہی لُک میں مرا ہارٹ یہ پاور نہ رہا
(حیرت — نظر — دل — قابو)

فارسی کلام اُن کے فارسی کے کلام کا بہت کم ذخیرہ ہے، مگر جو کچھ ہے اس سے اُن کی فارسی پر قادر الکلامی کا پتہ چلتا ہے، یہاں اُن کی صرف ایک فارسی نعت ہدیۂ ناظرین ہے،

اے اوّلِ پیشینیان اے آخرِ پیغمبران　　ہستی عجب سترِ نہان گاہے چنین گاہے چنان

صد جان چو من قربان ترا، روحی فداک اے خوش ادا　　نازیست این با معجزہ دل می بری از بیدلان

محمود و احمد نام تو، عرشِ معلی بام تو　　مستیم ما از جامِ تو اے ساقیِ کوثر نشان

[1] امید ہے کہ یہ "یورنیش واسوخت" جو اس وقت تک غیر مطبوعہ ہے، عنقریب اُن کے مجموعۂ کلام کے ساتھ شائع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہو،

در جسم چون جان آمدی با درد و درمان آمدی　　خورشید تابان آمدی کردی زمین را آسمان

آ کے الم کم کنی، از رنج و غم با کم کنی　　سر بستہ فترا کم کنی اے شہسوارِ لامکان

خورشید از رویت خجل مویت کمندِ مرغِ دل　　خویت بہ قرآن متصل اے پیشوائے مرسلان

تو جانِ پاکان آمدی، محبوبِ سبحان آمدی　　با عہد و پیمان آمدی، پشت و پناہِ امتان

اے احقرِ اندوہگین، تا چند باشی این چنین
یا صبر کن از نازنین، یا جان بدہ بر آستان

اسلامی ہند کی تاریخ،

از

خان بہادر مولوی محمد حسین خانصاحب سابق ڈپٹی اکونٹنٹ جنرل گورنمنٹ آف انڈیا، وسابق فینانس منسٹر ٹانک

مخدومی ومکرمی جناب مولٰنا سید سلیمان صاحب دام فیوضکم،

سلام مسنون، جو اسلامی خدمت جناب والا و دیگر بزرگان مجلس دار المصنفین اپنی بے مثل وگران بہا تصنیفات وتالیفات کے ذریعہ سے کر رہے ہین وہ محتاجِ تشریح نہین، خداوند کریم آپ صاحبون کو جزاے خیر واجر عظیم عطا فرمائے اور مسلمان ان سے کماحقہ مستفید ہون، آمین،

عرصہ ہوا کہ دہلی مین محبی ومحترمی مولٰنا محمد علی مرحوم کی زندگی مین اُن کے مکان پر اور دو ایک مرتبہ مشفق مکرم ڈاکٹر انصاری صاحب کے دولتخانہ پر جناب کی خدمت مین نیاز حاصل ہوا تھا، لیکن کبھی مفصل گفتگو کا موقع نہ ملا، اُس زمانہ مین نیازمند گورنمنٹ آف انڈیا کے محکمہ محاسبی مین ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل تھا، مدت سے یہ خیال تھا کہ جناب کی خدمت مین ایک ضروری قابلِ لحاظ امر کے بارہ مین تصدیع دون، لیکن مکروہاتِ زمانہ نے اس کی اجازت نہ دی، اب چونکہ کسی قدر آزادی اور وقت ملا ہے، اس لئے آج اس دیرینہ آرزو کو پورا کر رہا ہون،

ایک زمانۂ دراز سے میری راے ہے کہ ہندوستان کی اسلامی حکمرانی کی تاریخ جیسی کہ چاہئے ابھی تک بالکل نہین لکھی گئی ہے، اور اس کی ذمہ داری مسلمانون پر ہے، سید امیر علی مرحوم جب کلکتہ ہائی کورٹ کے جج تھے اور ان کی "ہسٹری آف سارا سنز" شائع ہوئی تھی تو ایک جھلک اس کمی کے پورے ہونے کی بھی بعض اسلامی حلقون مین چند روز کے لئے محسوس ہوئی تھی اور خیال تھا کہ صاحب موصوف اس طرف توجہ کرین گے، لیکن کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا، یہ وہ زمانہ تھا کہ اس وقت کے

سیاسی ماحول کی جو کیفیت تھی اس کے ماتحت اس قسم کی کوشش گورنمنٹ کے مفاد ومصالح کے خلاف سمجھی جاتی تھی، اور ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ سرکاری مدارس کے نصابِ تاریخ مین ابتدائی جماعتون ہی سے جس وضع کی کتابین داخل تھین، اور اب بھی ہین انھین دیکھتے ہوے عام خیال تھا کہ اسلامی فرمانروائی کی بے لوث اور تعصب سے خالی تاریخ گورنمنٹ کے اکثر افراد کی نظرون مین پسندیدگی کے ساتھ نہ دیکھی جائیگی،

لیکن کون کہہ سکتا تھا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد اس ملک کی فضا اس قدر بدل جائیگی کہ پیشتر جن باتون کا دل مین خیال تک آنا جرم کی تعریف مین آسکتا تھا، اس سے کہین بڑھ کر اخبارون مین بلکہ دو بدو کونسلون وغیرہ مین بلاتکلف اظہار کیا جائیگا، جو فسانے مسلمانون کے گذشتہ مفروضہ مظالم اور برائیون کے فخریہ طور پر نہایت بیباکی کے ساتھ یورپین اہلِ قلم بآواز دُہل دنیا کو سنانے کے عادی تھے اُن پر یورپ کی گذشتہ جنگ عظیم نے پانی پھیر دیا، اور اب بہت کم ذکر کتب خانۂ اسکندریہ کے ضائع ہونے اور کلکتہ کے بلیک ہول کا سننے مین آتا ہے، مگر جو گہرا اثر اس قسم کی زہر افشانی اس ملک کے ایک بہت بڑے حصۂ آبادی پر کر چکی ہے، اس کے زائل ہونے مین مشکلات حائل ہین، اور مدت مدید درکار ہے، اور اسکی اصل وجہ کافی غور وخوض کے بعد میری ناچیز رائے مین یہ ہے کہ ہندوستان کے اسلامی عہد کی ایسی جامع ومکمل تاریخ جو صحیح معنون مین تاریخ ہو موجود نہین ہے اور اس کمی کو پورا کرنے کی سخت ضرورت ہے، مسلمانون کے ذمہ یہ ایک ایسا فرض ہے کہ اسے ادا کئے بغیر وہ درحقیقت قابلِ الزام ہین،

یہ امر قابلِ غور ہے کہ ہندوستانی اسکولون مین بچون کی چھوٹی عمر سے کس قسم کی تاریخ پڑھائی جاتی ہے مجھیر جو اثر نصابِ تاریخ کا ہوا وہ تو یہ ہے کہ بارہ تیرہ سال کی عمر مین جب راجہ شیو پرشاد کی تاریخ ہندوستان اسکول مین پڑھتا تھا تو مجھے ہندو ہم جماعت طالب علمون کے سامنے مسلمان بادشاہون کے حالات پڑھکر نہایت شرم آتی تھی اور آنکھ نیچی کرنی پڑتی تھی وہ کیفیت مین اب تک نہین بھولا ہون، اس کے بعد جب انٹرنس مین سر ولیم ہنٹر کی مختصر تاریخ ہند پڑھنے کی نوبت آئی تو اس کے بعض حصے اب تک دل پر نقش فی الحجر ہین، مثال کے طور پر صرف ان چند فقرون کا ذکر کافی ہوگا، جو اب تک مجھے بخوبی یاد ہین اور آیندہ اُن کے دل سے محو ہونے کی امید بھی نہین ہے، یہ

حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی شان مین لکھے گئے تھے، اوران کا مفہوم حسب ذیل ہے،

"اورنگزیب ایک اچھا فرمانروا ہوتا اگر قید کرنے کے لئے اس کا باپ نہ ہوتا، قتل کرنے کو بھائی نہ ہوتے اورظلم کرنے کے واسطے ہندو رعایا نہ ہوتی"

اناللہ وانا الیہ راجعون، یہ نمونہ ہے اُن زہریلی تحریرون کا جو مسلمان بادشاہون کے متعلق عام طورپر طالبعلم مدارس مین پڑھتے ہین، اورجس صورت مین کہ مسلمان لڑکے اُن سے بے انتہا متاثر ہوتے ہین تو ظاہر ہے کہ ہندو طالبعلمون پر کیا کچھ اثر نہ ہوتا ہوگا اور قدرۃً ہونا بھی چاہئے، برخلاف اس کے کیا کوئی ایسی مثال پیش کیجا سکتی ہے، کہ جہان اس طرح نفرت انگیز خیالات ظاہر کئے گئے ہین، کبھی کسی کتاب مین حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد فرامین سے کسی ایک کا بھی ذکر خیر کیا گیا ہو جس کے ذریعہ سے بنارس کے مندرون اور پانڈون کے مصارف کے لئے مرحوم نے جاگیرین عطا فرمائین اورجنمین سے بعض اب تک باقی ہین،

جس قوم کے نونہالون کی تعلیم کی بنیاد اس طریقہ سے رکھی گئی ہو، آگے چل کر اُن کے خیالات مسلمان بادشاہون اوراُن کی حکومت کے متعلق کیسے ہونگے کیا اس بارہ مین کسی تفصیل کی ضرورت ہے؟ جس قدر آتش غیظ وغضب اورانتقامی جذبات طبیعتون مین نہ بھڑکین کم ہین، اورکس کے مقابلہ مین یہ عملی جامہ پہن سکتے ہین؟ صرف موجودہ زمانہ کے مسلمانون کے مقابلہ مین، ادھر کچھ عرصہ سے ہندو مسلمانون کے اختلافات کے اسباب اوراُن کے رفع کرنے کے مسئلہ پر مختلف پہلوؤن سے تحریری وتقریری مباحث ہوا کرتے ہین، پبلک کے سربرآوردہ حضرات اورنیز حکومت کے بڑے بڑے افراد ان مین حصہ لیتے ہین، "دلون مین تبدیلی" پیدا کرنے کی اصرار کے ساتھ ہدایت اور تلقین کیجاتی ہے، لیکن اصل مرض کی تشخیص اوراُس کے زبان پر لانے کی کوئی ہمت نہین کرتا، جوزہریلا مادہ گھٹی کے ساتھ ہی جزو غذا قرار دیا گیا ہو وہ آیندہ اپنا اثر بد کیون نہ دکھلائے، اورجب تک اس کے ازالہ کی فکر نہ کیجائے تمام تقریرین اور تحریرین میرے نزدیک فضول ہین، گورنمنٹ پر جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس کی پالسی ہے کہ رعایا مین افتراق پیدا کرکے حکومت کرے، وہ غلط سہی لیکن اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ جو طریقہ تعلیم ہندوستان مین

جاری کیا گیا اس سے جو نتائج برآمد ہوئے وہ اس پالسی کی بہ نسبت کہین زیادہ دیرپا اور مؤثر ثابت ہوئے ہین،

اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے، لیکن جو کچھ اوپر عرض کیا گیا ہے اس سے واضح ہوگا کہ میری رائے مین جب تک اسلامی عہد کی سچی تاریخ نہ لکھی جائیگی اورجس حال مین مسلمانون نے ہندوستان کو پایا اوراُس کی تعلیمی، زرعی، اقتصادی، معاشرتی اور عام طورپر تمدنی ترقی کے لئے جو کچھ نہایت جانفشانی وبے تعصبی کے ساتھ کیا اس کے مشرح اور صحیح حالات نہ لکھے جائین گے موجودہ مرض کا علاج نہین ہوسکتا، فارسی سے تو برادران وطن کو تعلق ہی نہین رہا، اس لئے جو ذخیرۂ معلومات اس زبان مین اس بارہ مین موجود ہے اس سے استفادہ ناممکن ہے، اردو بھی نفرت روبہ ترقی ہے، تاہم مسلمانون کا فرض ہے کہ جس طرح ہوسکے ابتداءً اردو ہی مین اس کمی کو پورا کیا جائے، یہ ایک نہایت مہتم بالشان اور بیحد مشکل کام ہے، اور ایک یا دو شخصون کے کرنے کا نہین ہے اس کے لئے ایک باقاعدہ جماعت نہایت قابل ولائق بزرگون کی مقرر کی جائے، اور میری رائے مین مجلس دارالمصنفین سے بہتر وموزون حضرات اس اہم کام کے لئے نہین مل سکتے، اگر جناب والا کو میرے ساتھ اتفاق ہو تو ایک خاکہ دستور العمل کا تیار کرلیا جائے، سات سو سال کے زمانہ کو باعتبار شاہی خاندانون کے تقسیم کرکے یا جس طرح زیادہ مناسب وموزون ہو جناب کی نگرانی مین کام کیا جائے، دستور العمل کے ساتھ ہی مالی ضروریات کا بھی اندازہ کرلیا جائے تاکہ دولتمند حضرات سے امداد کی درخواست کیجائے اور کام شروع ہوسکے،

اس عظیم الشان تصنیف کا انگریزی ترجمہ بھی اشد ضروری ہوگا لیکن اسکا انتظام بعد کو ہوگا مگر ایک مختصر انتخاب سید امیر علی مرحوم کی ہسٹری آف سارا سنز" کی وضع کا جس کے بعض حصے اسکولون مین اور بعض کالجون مین داخل نصاب ہوسکین، ساتھ ساتھ تیار ہوسکے تو انسب واولیٰ ہے، بہرحال یہ تفصیلی معاملات ہین جنکا تصفیہ آپ صاحبون کی رائے پر منحصر ہے، امید ہے کہ اس تجویز پر جناب غور فرماکر اپنے بیش بہا خیالات سے خاکسار کو مشرف فرمائین گے

اگر جناب اس عریضہ کو معارف میں شائع فرمانا چاہیں تو مجھے عذر نہ ہوگا:- والتسلام

احقر

(خان بہادر منشی) محمد حسن خان صاحب

سابق فائنانس منسٹر رام پور

تلخیص و تبصرہ

ایران کا جدید ضابطۂ قانون

دیگر اسلامی ممالک کیطرح ایران مین بھی قانون کی کتابین پہلے عربی زبان مین ہوتی تھین اور مجتہدین اُن کا فیصلہ کرتے تھے، مگر اب یہ اختیار وہان کی مجلسِ دستور (پارلیمنٹ) کو حاصل ہوگیا ہے، اوران اختیارات کا دائرہ روز بروز زیادہ وسیع ہوتا جاتا ہے، اب قانون کی نئی کتابین فارسی زبان مین شائع ہوئی ہین اور رسالون کی شکل مین انکی اشاعت کثرت سے کی گئی ہے، حکومت کا ہر شعبہ اپنا علحدہ ضابطۂ قانون رکھتا ہے، پارلیمنٹ کو قانون وضع کرنے کا اختیار برابر زیادہ حاصل ہوتا جارہا ہے، مردم شماری، دستاویزون کے اندراج، اور سرکاری دفترون مین نکاحون کے درج کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے علحدہ علحدہ محکمے قائم کردیئے گئے ہین، سرکاری ضابطۂ قانون کا خلاصہ چار جلدون مین شائع ہوگیا ہے، قانونِ عامہ کی کتاب مین جائداد، وصیت نامہ، کاروباری شرکت، عدالتی مقدمات، خاص حالات مین ان مقدمات کے فیصلہ کے طریقے، ثالثی کے ذریعہ مقدمات کے فیصل کرنے کے طریقے، ضمانت کا قانون، شہریت کا قانون، فوجداری کا قانون و ضابطہ، یہ سب قوانین مرتب اور مختصر طور پر بیان کردیئے گئے ہین،

غیرملکی رعایا کے متعلق پہلے یہ قانون تھا کہ وزارت خارجہ کے ارکان تمام بڑے بڑے شہرون اور اہم سرحدی مقامات پر بھیج دیئے جاتے تھے تاکہ ان لوگون کے ملکی قوانین کے مطابق اُن کے نزاعات کا فیصلہ کرین، لیکن اب یہ صورت نہین ہے اور ایران کی تمام رعایا، ملکی اور غیرملکی دونون، قوانین ایران کی پابند ہے، علاوہ اس شکل کے کہ حکومت خود بعض حالات مین انھین کسی قانون کی پابندی سے مستثنیٰ کردے، چنانچہ وہ غیرمنقولہ جائدادین جو غیرملکی رعایا حاصل کرچکی ہے یا حاصل کررہی ہو ہر حال مین ایرانی قانون کے تابع رکھی گئی ہین، لیکن ذاتی معاملات اور حقوقِ شہریت مین مثلاً وہ حقوق جو عہدنامہ کی

شرائط کے مطابق تسلیم کئے جاچکے ہین، ایران کی غیرملکی رعایا اپنے ہی ملکون کے قانون کی تابع اور پابند رہیگی، دستورِ حکومت کی جدید ترمیمات مین درج ہے کہ ایران کی غیرملکی رعایا کی جان و مال محفوظ ہے، علاوہ اُن صورتون کے جنکی تصریح قانون مین کردی گئی ہے، یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ جرائم اور اہم قصورون کے علاوہ اور کسی حالت مین کوئی شخص دفعۃً گرفتار نہین ہوسکتا جب تک کہ اس کی گرفتاری محکمۂ قضا کے صدر کے تحریری حکم سے عمل مین نہ لائی جائے اور ایسی حالت مین بھی اس شخص کے خلاف جو الزام ہے وہ اسے فوراً سنا دیا جائیگا یا زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹہ کے اندر، اسی طرح قانون کے واضح حکم کے بغیر کسی مکان مین جبری داخلہ بھی نہین ہوسکتا، ایسے قانون بھی وضع ہوگئے ہین جن کے رو سے غیرملکی رعایا ایران کی قومیت کے حقوق حاصل کرسکتی ہے اور اگر چاہے تو اپنی جدید قومیت سے پھر آزاد ہوسکتی ہے،

ایرانی حکومت کا مذہب جعفریہ اثنا عشریہ ہے اور شاہ ایران کو اس مذہب کا پیرو ہونا ضروری ہے، کوئی شخص وزیر حکومت نہین ہوسکتا جب تک مسلمان نہ ہو، ایرانی باشندہ نہ ہو، اور ایرانی رعایا نہ ہو، فاسد عقیدہ کے لوگون کو نہ رائے (ووٹ) دینے کا حق حاصل ہے اور نہ منتخب ہونے کا، البتہ عیسائی، زرتشتی اور یہودی مذہب کا ایک ایک نمایندہ منتخب ہوسکتا ہے لیکن اُسے بھی اپنے مذہب کے عقائد کا صحیح طور پر پابند ہونا چاہئے، حکومت کے بعض ملازمون مثلاً اُن عمال کو جو دستاویزون کو درج کرتے ہین اور حکامِ عدالت کو مذہب اسلام کا پابند ہونا چاہئے،

جدید قوانین مین علوم قدیمہ و جدیدہ اور صنعت و حرفت کی تعلیم کی پوری آزادی ہے، علاوہ اس صورت کے جہان قانون نے صریحی طور پر ممانعت کردی ہو، تمام مدرسے خواہ وہ حکومت کے روپیہ سے قائم ہون خواہ قوم کے چندہ سے محکمۂ تعلیمات کے ضابطہ کے مطابق اوراسی کے زیرنگرانی ہونے چاہئین، محکمۂ تعلیمات سے متعلق جو ضابطہ مرتب کیا گیا ہے اس کی بعض دفعات حسب ذیل ہین:-

(۲) مدارس و مکاتب کا نصاب تعلیم محکمۂ تعلیماتِ عامہ کیطرف سے مقرر کیا جائیگا، اور ان مین دماغی، صنعتی اور جسمانی تعلیم کا انتظام ضروری ہوگا،

(۷) غیرمسلم فرقون کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ سرکاری مدرسون مین اپنے مذہب کی تعلیم کا مطالبہ کرین، اسی طرح وہ شریعت اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی مجبور نہین کئے جائین گے،

(۱۰) جو کوئی غیر سرکاری مدرسہ کھولے اُسے مندرجۂ ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے :-

۱- افسر مدرس کی عمر تیس سال سے کم نہ ہو،

۲- مدرسہ کی عمارت مین حفظانِ صحت کی اُن تمام باتون کی پابندی کیگئی ہو جو محکمۂ تعلیمات کیطرف سے ضروری قرار دیجائین،

۳- ابتدائی مدرسہ مین افسر مدرس کے پاس مڈل اسکول کا سرٹفکٹ ہونا چاہئے اور مڈل اسکول مین ہائی اسکول کا،

۴- افسر مدرس اپنے عقیدہ یا اخلاق کی خرابی کے لیے بدنام نہ ہو اور نہ کسی جرم مین مبتلا ہو، اسی طرح جن اساتذہ کو وہ منتخب کرتا ہے وہ بھی مذکورۂ بالا شرائط کے پابند ہون اور اس کے علاوہ محکمۂ تعلیمات کا سرکاری سرٹفکٹ بھی رکھتے ہون،

(۱۴) محکمۂ تعلیمات ایسی تمام کتابون کی تعلیم ممنوع قرار دیگا جو اخلاق یا مذہب کے خلاف ہین اور ایسی کتابین کسی مدرسہ مین پڑھائی نہین جاسکتین،

(۲۰) جسمانی سزا تمام مدارس و مکاتب مین ممنوع ہے،

جدید دستور مین تمام مطبوعات کو جو گمراہ کن اور مضرت رسان نہ ہون پوری آزادی حاصل ہے، اگر کوئی ایسی چیز شائع ہو جس سے قانونِ مطبوعات کی خلاف ورزی ہوتی ہو تو ناشر اور مصنف دونون اس قانون کے مطابق سزا کے مستحق ہین لیکن اگر مصنف کوئی مشہور شخص اور ایران کا باشندہ ہے تو ناشر و طابع ذمہ دار نہ ٹھہرائے جائین گے، مضمون، مدیرون اور مطبعون کے مالکون کے لئے ضروری ہے کہ جب کبھی وہ اسلام کے اصول یا فروع کی نسبت کوئی چیز شائع کرنا چاہین تو پہلے دو فقیہون سے اس کے جائز اور مفید ہونے کی سند نیز محکمۂ تعلیمات کی اجازت تحریری طور پر حاصل کر لین، اگر مذکورۂ بالا اشخاص ان شرائط کی پابندی نہ کرین تو وکیل سرکار کا فرض ہے کہ اس معاملہ کو اس حاکم کے سامنے پیش کرے جو توہین حکومت کا نگران ہے یا کسی عادل مجتہد کے سامنے لائے اور جب ملزم کا جرم ثابت ہوجائے تو شائع شدہ صفحات پر قبضہ کر لیا جائے اور مصنف، طابع، اور ناشر کو قانونی سزائین دیجائین، محکمۂ تعلیم اور محکمۂ پولیس کے افسرون کو حق حاصل ہے کہ مندرجۂ ذیل صورتون مین اخبارون یا کتابون کو ضبط کر لین :-

۱- اگر وہ اخبار یا کتابین اسلام کے خلاف ہین،

۲- اگر وہ اخبار یا کتابین حکومت کی عزت کو بدنام کرتی ہین،

۳- اگر ان اخبارون یا کتابون سے کوئی ایسا راز جو فوج کی نقل و حرکت یا دوسرے فوجی معاملات سے تعلق رکھتا ہے افشا ہوتا ہو،

۴- اگر کسی مضمون سے عوام مین ہلچل اور امنِ عامہ مین خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو،

۵- اگر کسی کتاب یا اخبار مین حکومت کے احکام کی مخالفت کی دعوت دیجائے،

۶- اگر کسی اخبار مین کوئی فحش یا گندی روئداد شائع کی گئی ہو،

عام جلسون کے متعلق قانون یہ ہے کہ اگر اُن سے کوئی ہلچل اور خلفشار پیدا نہ ہو تو مملکت کے ہر حصہ مین قائم کیے جا سکتے ہین، لیکن جو لوگ جلسون مین شریک ہون انھین مسلح ہو کر آنا ممنوع ہے اور انھین اُن ضابطون کا پابند ہونا پڑے گا جو قانون نے مقرر کر دیئے ہین،

(م- و- ۱۰-۴-۳۴) "ع ز"

کیا سائنس نے ضرورت سے زیادہ ترقی کر لی ہے؟

جب سے مشہور بشپ آرتھر برو زنے سائنس کے ماہرین کی مجلس مین یہ نظریہ بدلائل پیش کیا ہے کہ چونکہ سائنس کی موجودہ ترقیون سے ملک مین بے روزگاری بڑھتی جاتی ہے، اس لئے کم سے کم دس سال کے لئے سائنس کی ترقیون کا سلسلہ روک دینا چاہئے، اُس وقت سے یہ سائنس کے ماہرین کے درمیان غور و فکر کا ایک مستقل موضوع قرار پاگیا ہے، اور سائنس کے علماء کی جوابی تحریرین چھپتی رہتی ہین، گذشتہ ماہ مئی مین انہی صفحات مین "کیا سائنس سے بے روزگاری بڑھ رہی ہے" کے عنوان سے ایک تلخیص شائع کیگئی تھی، جس مین امریکہ کے ممتاز سائنس دانون کی ایک جماعت کے خیالات کی ترجمانی تھی، اس مین انھون نے آخری طور اسی سوال کا جواب دینے کی کوشش کی تھی کہ کیا دنیا کی موجودہ دشواریان حقیقۃً سائنس کی حد سے زیادہ تیز رفتاری کا نتیجہ ہین؟ ان سائنس دانون نے اس سوال کا جواب بالکل نفی مین دیا تھا، اور یہ بتایا تھا کہ اگرچہ سائنس نے ایسی مشینین ایجاد

کردی ہیں جن سے دستکارون کی تعداد کم ہوگئی ہے، تاہم اس نے جدید صنعتون کی ایجاد سے بے شمار آدمیون کے لئے روزگار بھی فراہم کردیا ہے، لیکن باوجود اس انکار اور دلیل کے یہ مسئلہ ایک مختتم فیصلہ کا محتاج رہ گیا، اور برطانوی انجمن ترقی سائنس کے اجلاس میں جو امسال ابرڈین (اسکاٹ لینڈ) میں منعقد ہوا تھا پھر اس پر کافی بحث کی گئی، اس بحث میں نمایان حصہ برطانیہ کے مشہور سائنس دان سر جیمس جانس (SIRJAMESJEANS) صدر انجمن مذکور اور سر جوسیا اسٹیمپ (JOSIAH STAMP) مشہور فاضل معاشیات نے لیا، سر جوسیا نے اس مسئلہ پر بحث کرتے وقت صرف برطانیہ عظمی کو پیش نظر رکھا اور کہا کہ برطانیہ کی آبادی آیندہ دس سال کے اندر رک جائے گی جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ نو ایجاد مشینون کے جاری ہونے سے جو مسائل پیدا ہوگئے ہیں وہ اور زیادہ پیچیدہ ہوجائینگے، موصوف کو حیرت ہے کہ اہل سائنس اختراعات واکتشافات کے لئے اس قدر پرجوش نظر آرہے ہیں، اُن کے خیال میں یہ چیزیں خوف کی ہیں، کیونکہ ان سے ملک کا اقتصادی توازن مشکل سے قائم رہ سکے گا، وہ تمام علماے سائنس کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اپنی ایجادون کو جاری کرتے وقت انھون نے وقت کے حالات کا بالکل لحاظ نہین رکھا اور اپنے جوش میں بہت آگے بڑھ گئے، موجودہ اقتصادی دشواریان سائنس کی اسی سرعت رفتار کا نتیجہ ہیں، ان دشواریون کے رفع کرنے کی شکل صرف یہ تھی کہ اہل سائنس اگر ایک طرف ایسی مشینین ایجاد کرتے تھے جن سے دستکارون کی تعداد میں تخفیف ہوجاتی تھی تو دوسری طرف ایسی صنعتین بھی ایجاد کرتے جن سے بے کارون کو روزگار فراہم ہوسکتا،

سر جیمس صدر انجمن نے اپنے خطبۂ صدارت میں اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا کہ اکثر اشخاص موجودہ دور کی مصائب کو جنمین بے روزگاری اور خطرۂ جنگ کا بھی شمار ہے سائنس کی تیز رفتاری کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، لیکن اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الزام صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ ہمارے لئے چارہ ہی کیا ہے، کیونکہ جو ملک سائنس کی رفتار ترقی کو روک دیگا وہ جلد اپنی صنعت وحرفت، اپنی معاشی حیثیت، اپنی بحری اور فوجی طاقت، اور اپنے کلچر میں بھی پیچھے ہوجائے گا، موصوف کی رائے میں موجودہ دشواریون کا اصلی سبب سائنس نہین بلکہ خود انسانی فطرت ہے، انسانی

فطرت میں بہت آہستہ آہستہ تبدیلی واقع ہوتی ہے، برخلاف اس کے علوم وفنون تیزی کیساتھ ترقی کرتے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسکائلس (AESCHYLUS) اور سوفوکلیز (SOPHOCLES) کے ڈرامے اب بھی ہمارے دلون میں گرمی اور سنسنی پیدا کردیتے ہیں، لیکن ارسٹارکس (ARISTORCHUS) اور ٹولیمی (PTOLEMY) کی سائنٹفک تصنیفات مردہ ہوچکی ہیں اور محض تاریخی عجائبات کی حیثیت میں باقی رہ گئی ہیں، سائنٹفک معلومات ایک پشت سے دوسری پشت کو منتقل ہوتی رہتی ہیں، لیکن فطرت انسانی کی خصوصیات اس قدر جلد نہین بدلتین،

یہ صحیح ہے کہ نئی سائنٹفک مشینون کی ایجاد سے کچھ لوگ عارضی طور پر بے روزگار ہوجاتے ہیں، لیکن سائنس اس کی تلافی بھی پوری طرح کردیتی ہے، یہ مشینین غریب مزدور کو روح فرسا مشقتون سے آزاد کردیتی ہیں اور اسکیلئے فرصت اور تفریح کے زیادہ اوقات مہیا کردیتی ہیں، سائنٹفک ایجادین عوام کی آسایش تفریح صحت اور دولت میں اضافہ کرتی رہتی ہیں، علاوہ برین ان ایجادون کے ذریعہ سائنس جتنے آدمیون کو بادی النظر میں بے روزگار کردیتی ہے اُن سے زیادہ آدمیون کے لئے جدید صنعتون میں روزگار کے وسائل فراہم کردیتی ہے، مثال کے طور پر سر جیمس نے فیراڈے (FARADAY) کی دریافت برقی مقناطیسی امالہ (FLECTRO-MAGNETIC INDUCTION) اور میکسول (MAXWELL) کی اس تحقیق کا ذکر کیا جو ہرٹزین موجون (HERTZIANWAVES) سے متعلق ہے، اور بتایا کہ دریافت وتحقیق دور حاضر کی برقی ریڈیو کی صنعتون کی بنیاد ہیں جنسے لاکھون آدمی آج اپنی روزی حاصل کر رہے ہیں، سائنٹفک ایجادون کی قدر وافادہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف ایک سائنس دان اڈیسن (EDISON) کے معاشی کارنامون کی قیمت کا تخمینہ تین ارب پونڈ کیا جاتا ہے،

سر جوسیا کی اس تجویز کے جواب میں کہ سائنٹفک ایجادون اور نئی صنعتون کے درمیان جن سے بیکارون کے لئے روزگار فراہم ہوسکے توازن ہونا چاہئے، سر جیمس نے فرمایا کہ ایسا توازن عملاً ایک حد تک ناممکن ہے،

کیونکہ کوئی سائنس دان ابتداءً خود بھی نہین جانتا کہ اس کی تحقیق و ایجاد سے محض ایک ایسی مشین تیار ہو جائے گی جسمین کام کرنے والون کی تعداد کم ہو جائے گی یا اس سے کوئی نئی صنعت بھی پیدا ہو سکیگی جو بے روزگارون کیلئے روزگار مہیا کر دیگی، سائنس دان صرف اتنا جانتا ہے کہ اگر سائنس کی ترقی بالکل روک دی جائے تو قوم کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا کہ آبادی کو بڑھتا ہوا دیکھے اور اس کے خطرات سے اسی طرح کانپے جس طرح قحط وبا اور جنگ کے خطرات سے کانپتی تھی، اور پھر ملک اور اس کی آبادی کے درمیان، توازن قائم کرنے کے لئے ان چیزون کا آنا لازمی ہو جائے گا،

سر جمس کے نزدیک ان خطرات سے محفوظ رہنے کی اگر کوئی صورت ہے تو یہی کہ سائنس کو اور ترقی دیجائے نہ یہ کہ اس مین تخفیف کی جائے،

(لٹریری ڈائجسٹ)

"ع ز"

ارض القرآن

حصۂ اول:- عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود و سبا - اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے، طبع دوم، ضخامت ۴۲۴ صفحے، قیمت عہ

حصۂ دوم:-

قرآن مجید کے اندر جن قومون کا ذکر ہے، ان مین سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل (اصحاب الرس)، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان، اور مذہب پر تفصیلی مباحث،

ضخامت ۴۴۴ صفحے، قیمت ۱۲/ طبع دوم

"منیجر"

اخبار علمیہ

بجلی کی کڑک

بجلی اور اُس کی کڑک کے اسباب معلوم کرنے کی طرف سائنس دانون نے صرف ایک صدی سے توجہ کی ہے، تقریباً سو برس ہوئے جب انھین پہلی بار معلوم ہوا کہ بجلی ایک برقی شرارہ ہے اور کڑک وہ آواز ہے جو اُس شرارہ سے پیدا ہوتی ہے، اس وقت کے ناقص معلومات سے جو نظریے قائم کرلئے گئے تھے وہ آج عجیب و غریب معلوم ہوتے ہین، لیکن آج بھی کڑک اور گرج سے متعلق بہتیری باتین حل ہونے سے رہ گئی ہین اور اہل سائنس انھین محض ناقص طور پر سمجھ سکے ہین، یہ دریافت نسبتہً حال کی ہے کہ کسی معمولی طوفان مین برق کی جو مقدار اکٹھا ہوتی ہے وہ اُس مقدار سے بہت کم ہے جو پہلے خیال کیجاتی تھی، برق کی واقعی مقدار جو کسی طوفان مین اکٹھا ہوتی ہے عموماً اُس مقدار سے کچھ ہی زیادہ ہوتی ہے، جو کسی برقی لیمپ سے ایک منٹ مین نکلتی ہے، البتہ یہ مقدار حد درجہ تیزی اور قوت کے ساتھ خارج ہوتی ہے، بجلی کی چمک تقریباً پانچ ارب وولٹ (Volts) کے دباؤ سے خارج ہوتی ہے، جس مین عموماً ایک سکنڈ کے ہزارون حصہ کی مدت صرف ہوتی ہے، وہ طوفان جنمین بجلی کی کڑک اور گرج ہوتی ہے کم سے کم چار قسم کے ہوتے ہین اور وہ سب زیادہ تر ٹمپریچر کے اختلاف اور مختلف بلندیون پر کرۂ ہوائی کے دباؤ سے پیدا ہوتے ہین، چمک اور کڑک کی نسبت جدید تحقیق یہ ہے کہ بادل برق سے بھر جاتے ہین، بعض اس کے ایجابی بار (Positive Charge) سے اور بعض سلبی بار (Negative charge) سے، پھر بادلون مین ایک دوسرے کی طرف خروج (Dis-Charge) واقع ہوتا ہے، اس وقت برقی رو بادلون کی درمیانی فضا مین دوڑ پڑتی ہے اور اسی وقت

چمک دکھائی دیتی ہے، اس چمک سے ہوا میں ایک سخت حرکت پیدا ہوتی ہے اور جس طرح کسی کوڑے کو ہوا میں تیزی کیساتھ حرکت دینے سے ایک آواز نکلتی ہے ٹھیک اسی طرح کڑک اور گرج کی آواز بھی پیدا ہوتی ہے، پہلی کڑک کی بازگشت جب بادلون میں پھیلتی ہے تو اس سے پوری گھڑگھڑاہٹ سنائی دیتی ہے، بجلی کا خروج اکثر اوقات بادل سے بادل ہی کی طرف ہوتا ہے، لیکن کبھی کبھی بجلی بادل سے زمین کیطرف بھی آجاتی ہے، بجلی قریب ترین راستے سے زمین تک پہنچتی ہے، اسی لئے بلند عمارتون پر اس کی زد کا خطرہ رہتا ہے،

جزیرۂ ایسٹر کے آثار قدیمہ،

بحرالکاہل کے جنوبی حصہ میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ایسٹر (Easter) نامی ہے، اسے سب سے پہلے ایک ڈچ امیرالبحر، وگیوین (Roggeveen) نے ۶ر اپریل ۱۷۲۲ء کو دریافت کیا تھا، اور چونکہ روز ایسٹر کا تھا اس لئے جزیرہ کا نام بھی ایسٹر پڑ گیا، اس جزیرہ میں عنقریب سائنس دانون کی ایک بڑی جماعت جانے والی ہے جو وہان کی قدیم اور نامعلوم تہذیب کی تلاش و تحقیق کرے گی، جزیرہ کے آثار قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان کے باشندے بت تراشی کے فن میں خاص امتیاز رکھتے تھے، دو سو برس سے علماے انسانیات و آثار قدیمہ اس جزیرہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے ہوئے ہیں، لیکن اس وقت تک انھین پوری کامیابی حاصل نہین ہوئی، اب یہ نئی جماعت پھر اسی مقصد کے لئے وہان پہنچنے والی ہے، جزیرہ کا رقبہ صرف ۵۴ مربع میل ہے، اور اسکی شکل مثلث نما ہے، اس کے ہر زاویہ پر کوہ آتش فشان کا ایک دہانہ ہے جو اب خاموش ہے، وہان کی سب سے زیادہ نمایان چیزین پتھر کی بڑی بڑی لاٹین ہیں جنھین (Megaliths) کہتے ہیں، یہ تین قسم کی ہیں اور سب بہت لمبی چوڑی ہیں، جزیرہ کے بلند مقامات نیز ان جگہون پر جہان سے سمندر اچھی طرح دکھائی دیتا ہے، بڑے بڑے چبوترے بنے ہوئے ہیں، ان کو "آہو" ([illegible]) کہتے ہیں، اب تک ایک سو چبوترے پائے گئے ہیں، ان میں سے سب سے بڑے چبوترے کی لمبائی اس وقت ڈیڑھ سو فٹ ہے، لیکن پہلے ساڑھے چار سو فٹ تھی، چبوترون سے متصل زمین میں دھنسی ہوئی سنگی چہار دیواریان ہیں، ان کی دیوارون پر کچھ تصویرین مختلف رنگون میں بنی ہوئی ہیں، اور کچھ پتھرون

ہی میں تراشی ہوئی ہیں جزیرہ کی سب سے زیادہ عجیب چیزین انسانی مجسمے ہیں جو بہت بڑے بڑے پتھرون کو تراش کر بنائے گئے ہیں، ان مجسمون کے کان اور ناکین خصوصیت کیساتھ بہت بڑی بنائی گئی ہیں، ایسے چھ مجسمے دریافت کئے گئے ہیں، سب سے بڑا سترفٹ لمبا ہے، لیکن وہ اب تک نامکمل پڑا ہوا ہے، سب مجسمے گرے ہوئے ہیں یا زمین میں کسی حد تک دھنسے ہوئے ہیں، لیکن جب وہ جزیرہ پہلی بار دریافت ہوا تھا اس وقت بہتیرے مجسمے ساحل کے کنارے سمندر کی طرف پشت کئے ہوئے کھڑے تھے، ان مجسمون کی اوسط لمبائی تیس سے چالیس فٹ تھی اور وزن تقریباً پچاس ٹن تھا،

مارکونی اور عقیدۂ ایمان،

اٹلی کے مشہور عالم سائنس دان مارکونی نے وینس کی ایک علمی انجمن میں جسمین آٹھ نوبل انعام پانے والے ممتاز اشخاص بحیثیت سامعین کے شریک تھے، رازحیات کے مسئلہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ "یہ مسئلہ ان تمام مسائل میں جو ذہن انسانی کے سامنے آئے ہیں سب سے زیادہ مستقل اور اہم ہے . . . . اور اسے حل کرنے میں سائنس کی معذوری قطعی طور پر ثابت ہے، اگر ایمان کا عقیدہ نہ ہوتا تو یہ مسئلہ حقیقۃً نہایت ہی ہراسان کر دینے والا ہوتا"، موصوف نے اعتراف کیا کہ علماے سائنس جہانتک کائنات کا راز دریافت کر سکے ہیں، انھون نے یہی پایا ہے کہ اسرار و رموز کا ایک لامتناہی سمندر اب بھی سامنے ہے،

ریڈیم کی شفابخشی،

ریڈیم میں زخم کو مندمل کر دینے کی قوت بالکل اتفاقی طور پر دریافت ہوگئی، ایک پروفیسر صاحب ایک ٹیوب میں تھوڑا سا ریڈیم بند کر کے اپنی جیب میں رکھے ہوئے تھے، تین ہفتے کے بعد انھون نے دیکھا کہ جیب کے پاس جلد کا ایک حصہ بری طرح سے جل گیا ہے، اسی وقت ان کے ذہن میں یہ خیال گذرا کہ سرطان کو گلانے میں ریڈیم کاسنک سے زیادہ کارآمد ہوگا، چنانچہ اس کا تجربہ کیا گیا، اور یہ تجربہ نہایت کامیاب ثابت ہوا،

لکنت کا ایک سبب

ڈاکٹر نائٹ ڈنلپ (امریکہ) نے رسالہ "سائنس" مین اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ بچون کو اگر معقول غذا نہ دیجائے، خصوصًا ان کی غذا مین اگر گوشت کی کمی ہو تو وہ آگے چل کر لکنت کے شکار ہو سکتے ہین، اٹھارون مین جو لوگ لکنت کرتے ہین اُن کی نسبت دیکھا گیا ہے کہ وہ اکثر ترکاری زیادہ کھاتے ہین اور گوشت کم،

یہود کے بعض اعداد و شمار

اس وقت یہود کی سب سے بڑی تعداد ممالک متحدہ امریکہ مین ہے جہان ان کا شمار (۳۸۰۰۰۰۰) ہے، پولینڈ مین ان کی تعداد (۲۸۰۰۰۰۰) اور برطانیہ عظمٰی اور آئرلینڈ مین (۳۰۰۰۰۰) ہے،

سینما دیکھنے والون کی تعداد

برطانیہ عظمٰی مین ہر ہفتہ دو کرور سے زاید آدمی سینما دیکھنے جاتے ہین، تمام دنیا کے سینما دیکھنے والون کی ہفتہ وار تعداد کا اوسط چودہ کرور ہے،

اپنی قسم کی تنہا ریلوے

چالیس ٹرینین جنہین نہ ڈرائیور ہوتے ہین نہ گارڈ لندن کی سڑکون کے نیچے ہر گھنٹہ چلا کرتی ہین، یہ ٹرینین ڈاکخانہ کی ہین، اور ان مین صرف خطوط اور پارسل بھرے ہوتے ہین، یہ سڑک کی سطح سے ۷۰ فٹ نیچے تقریبًا سات میل لمبی سرنگ مین چلتی ہین اور ہر روز تیس ہزار سے زاید ڈاک کے تھیلے لے جاتی ہین، یہ ریلوے اپنی قسم کی تنہا ریلوے ہے،

برطانیہ مین نئی کتابون کی اشاعت

برطانیہ مین نئی کتابون کی اشاعت کا سالانہ اوسط چودہ ہزار سے کچھ زائد ہے،

"ع ز"

ادبیات

کلامِ طاہر

از جناب نواب صفی الدولہ حسام الملک شمس العلماء سید علی حسن خانصاحب طاہر بھوپال ہوس لکھنؤ،

چشمِ خونابہ فشان سوختہ جانم دادند — فرصت از کشمکشِ ہر دو جہانم دادند

بالبِ لعلِ کسے ذوقِ نہانم دادند — شعلۂ آتشِ خاموش بجانم دادند

دل ربودند و غمِ عشق بجانم دادند — انچہ بردند ز من خوشتر ازانم دادند

مستیِ حسنِ ازل بود ز ساقی ہوسم — جرعہ از بادۂ قدسی نفسانم دادند

خار در پیرہنِ ناز مبادا انجلد — بہ نہان ہمچو لبِ زخم فغانم دادند

در تنم جان نگہ ہوش ربائے تو دمید — زہر می خواستم آبِ حیوانم دادند

در و دیوار برقص آید و صوفی در وجد — نغمۂ ولولہ انگیز فغانم دادند

یادِ نورِ رخ او بود بہ شبہاے فراق — لیلۃ القدر بماہِ رمضانم دادند

دفترِ کون و مکان قابلِ افہام نبود — فہمِ رمزِ نگہ پیرِ مغانم دادند

بیخودی تا نہ شود پردہ درِ رازِ غمش — دلِ خود رفتہ و آشفتہ بیانم دادند

دردِ سر بود خمارِ مئے عشرت طاہر

از سرور غمِ او رطلِ گرانم دادند

خونِ جگر

از جناب جگر مراد آبادی

ایک نا تمام غزل

تم اس دلِ وحشی کی اداؤن پہ جانا
اپنا نہ رہا جو وہ کسی کا نہ رہے گا،

اے عشق یہی ہے، جو تنک بخشیِ ساقی
کیا حسن بھی سیراب تمنا نہ رہے گا

مٹجائے گی جس دن مرے سجدون کی حقیقت
تیرا بھی کوئی نقش کفِ پا نہ رہے گا

اللہ یہ ساون کی گھٹائین یہ ہوائین
کیا آج بھی شغلِ مے و مینا نہ رہے گا

وہ لاکھ مٹاتے رہین دنیائے تمنا
کہتے ہین جسے دل کبھی تنہا نہ رہے گا،

مانا لبِ نازک کو وہ تکلیف نہ دینگے
آنکھون سے بھی کیا کوئی اشارا نہ رہے گا

اس دل کو بتایا تو ہے شایستۂ حرمان
کہتے ہین انھین یہ بھی گوارا نہ رہے گا

جامِ صہبائی

از جناب عبدالسمیع صاحب پال اثر صہبائی وکیل سیالکوٹ

جب ہمتِ اہلِ دل سنبھل جاتی ہے
تقدیر سے تدبیر کی چل جاتی ہے،

گر صدقِ طلب ہو، اور شمشیرِ عمل
تقدیر بھی اے دوست بدل جاتی ہے،

ایسا ہی رہے گا، اور ایسا ہی رہ،
دل گرمِ تلاش و ناشکیبا ہی رہ؛

وہ کیا ہوا، یہ کیا ہوا، یون کیون نہ ہوا
رہ رہ کے یہ دردِ دل مین اٹھتا ہی رہ،

دل گنجِ جمال جسم ویرانہ ہے،
اجڑے ہوئے میکدہ مین پیمانہ ہے،

یہ دل نہین میرے آب و گل کے اندر
زندان مین اسیر کوئی دیوانہ ہے،

جب آئینہ دل کا روبرو ہوتا ہے،
جلوہ تیرا ہی ہو بہو ہوتا ہے،

یون غرقِ مئے جمال ہو جاتا ہون
مین ہوتا کہان ہون تو ہی تو ہوتا ہے،

مکالمۂ تدبیر و تقدیر

از جناب مولانا کیفی چریاکوٹی، ہندوستانی اکاڈیمی الہ آباد

تدبیر:-

ایک دن تدبیر نے تقدیر سے ہنس کر کہا
کائناتِ دہر مین کوئی نہین میرے سوا

علت و اسباب مین ہے میری قدرت کی نمو
اور ہستی کی یہ دونون ابتدا اور انتہا

قوتِ ایجاد کیا ہے، ؟ میرے منشا کا وجود
عالم تخلیق کیا ہے ؟ اک اشارہ ہے مرا

جب اشارے سے مرے ہوجاتی ہین چیزین بہم
اک نئی شے ان سے ہو جاتی ہے خود جلوہ نما

آبِ صافی سے ملاتی ہون شکر سے جس گھڑی
اس سے شربت روح پرور رنگ لاتا ہے جدا

تاج و تختِ سلطنت بھی ہے مرا دستِ کرم
جنگ مین ہے نام میرا فتح و نصرت کا لوا

الغرض ہر چیز مین دنیا کی ہے میرا ہی رنگ
عالم اسباب کا مجھ سے ہے کل نشو و نما،

صاف مین کہتی ہون منہ پر سننے والے سُن رکھین
جس نے منہ پھیرا ہے مجھ سے وہ تباہی مین پڑا

رہبری میری، رسائی منزلِ مقصد کی ہے
اور جو بیرو مین تیرے ہین وہ بزدل برملا

دیکھ لے قرآن، "مدبر" نام ذاتِ حق کا ہے
حکم میرا مانتی ہے قلبِ صالح کی رضا،

تقدیر:-

سُن چکی تقدیر، جب تدبیر کا لاف و گزاف
ہنس کے یہ کہنے لگی "اے خود پسند و خود نما!

تو نے سمجھا ہی نہین ہے آجتک رازِ وجود
ہر چمک کا نام نادانی سے سونا رکھ لیا

تیری چشمِ ظاہری باطن کی تہ مین کور ہے
ظاہری اسباب کے امراض مین ہو مبتلا

نام شربت جس کا رکھا تونے اے غفلت شعار
اسمین جو تاثیر ہے، میری ہے وہ جود و عطا

دل مین جو ٹھنڈک پہنچتی ہے وہ میرا فیض ہے
جان شیرین کے لئے بن جائے ورنہ سنکھیا

ہے مری محتاج وہ ترکیب جس کا نام ہے
حکم سے میرے، مرکب مین ہے تاثیر و جلا

تونے کیا دیکھا نہین اکثر مریضون کیلئے
وہ قضا بنتی ہے جس کا نام رکھتے ہین دوا

اس کے آگے اور سُن تو اپنے گوشِ ہوش سے
تو عمل انسان کا ہے، اور مین حکمِ خدا،

بندۂ ایمان ہین جو رہتے ہین میرے کاربند
بوالہوس کہتے ہین جن کو تو ہے ان کا مدعا

تونے جنگِ بدر مین دیکھی نہیں قوت مری
چند جانبازون نے ملکِ کفر مین کیا کر دیا

کفر کی جانب تھا سب کچھ ساز و سامان وجود
اور ادھر اسلام کی جانب فقط نامِ خدا

تو کہان تھی اوس گھڑی دنیا مین اے عالم فریب
کفر کی لاشون سے جب میدان سارا بھر گیا

ایک اندھا جا رہا تھا جب شبِ تاریک مین
پاؤن کی ٹھوکر لگی اس کو خزانہ مل گیا،

یہ عمل میرا تھا اس کی رہنمائی مین نے کی
تونے اس کی کیا مدد کی تھی مجھے نادان بتا،

مین ادھر حکمِ خدا ہون، اُس طرف قولِ رسول
کون ٹھہرا ہے مطاعِ دوجہان ان کے سوا

ہے خدا بے شک مدبر، اس کی بھی تشریح سن
ہے مگر تدبیر اوس کی حکم اوس کا برملا،

تونے ان قومون کو بھی دیکھا ہے اے ظلمت پسند
ظاہری اسباب نے جن کو جہان سے کھو دیا

مین نہ ہون تو کام تیرے جتنے ہین ابتر رہین
حُسن مین تیرے ہے جو کچھ ہو وہ میری ہی ضیا

تونے اے تدبیر! پھیلایا ہے وہ دامِ فریب
اسمین بندہ پھنس کے ہو جاتا ہے آقا سے جدا

گرچہ ذرہ ہمہ زمین ہمچو قمر تابندہ ایست
کیفیا در نسبتِ خود مہر را او بندۂ ایست

باب التقریظ والانتقاد

تحفۂ سامی

مؤلفہ، شہزادہ سام میرزا صفوی، مطبوعۂ دار الفنون پٹنہ، بہ تصحیح مولوی اقبال حسین ایم اے، پی ایچ ڈی، صفحات ۱۸۵،

ایران کی صفوی حکومت کے دور مین جو اہلِ کمال پیدا ہوئے، اُن کے حالات مین شہزادہ سام میرزا صفوی نے تحفۂ سامی کے نام سے ایک متوسط الحجم کتاب ۹۵۷ھ مین لکھی تھی، اس دور کے اہلِ کمال کے لئے یہ ایک بیش قیمت ذخیرہ ہے، کتاب سات صحیفون پر منقسم ہے، اوّل شاہ اسمٰعیل صفوی اول اور انکی اولاد اور معاصر سلاطین کے حالات مین، دوم ساداتِ عظام کے احوال مین، سوم کم گو شعراء کے تذکرہ مین، چہارم وزراء اور اربابِ قلم کے ذکر مین، پنجم اُن شعراء کے حال مین جو اپنے تخلص سے مشہور ہین، ششم ترکون اور اُن کے شعراء کے سوانح مین، اور ہفتم بقیہ عوام کے ذکر مین،

چونکہ یہ کتاب اس دور کے مشاہیر اور اصحابِ کمال کے سوانح اور صفویون کی علمی تاریخ کی تفصیلات کا نادر ذخیرہ ہے، اس لئے یہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، پروفیسر براؤن نے تاریخ ادبیات ایران جلد چہارم مین جب اسکا توصیفی حوالہ دیا ہے، ہمارے نوجوان ادیبون کے حلقہ مین بھی اسکا اعتبار ہو گیا، چنانچہ اسی اثر سے متاثر ہو کر پٹنہ یونیورسٹی نے مولوی اقبال حسین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی کو اس کتاب کی تصحیح و تحشیہ کیلئے متعین کیا، مولوی صاحب نے بڑی محنت سے اس کام کو انجام دیا، اور سب سے پہلے صحیفۂ پنجم کو جسمین مشہور شعراء کے حالات ہین شائع کیا،

اس کتاب کو پٹنہ کے ساتھ خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہان کی مشہور مشرقی لائبریری مین اس کے دو سب سے قدیم نسخے موجود ہین، کتاب مذکور ۹۵۷ھ مین تالیف ہوئی ہے اور ۹۸۴ھ مین اسکا مصنف قتل ہوا ہے، اور پٹنہ کے پہلے نسخہ (ع ۲۱۹) کی تاریخ ۹۶۸ھ اور دوسرے نسخہ (ع ۲۱) کی ۹۷۱ھ ہے، یعنی یہ دونون نسخے مصنف کے عہدِ حیات

کے ہین، پہلا اس کے قتل سے سولہ سال اور دوسرا تیرہ سال پہلے لکھا گیا ہے، مجلۂ کابل (۳۹-۴۲) سے معلوم ہوا کہ اسکا ایک تیسرا قدیم نسخہ جسکو ٹھٹہ کے دوسرے نسخہ کے ایک سال بعد ۹۶۲ھ مین خواجہ نور محمد کاتب نے لکھا ہے، کابل مین موجود ہے، اس کا ایک نسخہ حبیب گنج علیگڈھ کے کتبخانہ مین ہے جو ۹۸۶ھ مین لکھا گیا ہے، فاضل معاصر اورنٹیل کالج میگزین نے فروری ۱۹۳۴ء کے رسالہ مین اس کتاب کے ساتون صحیفون کا ایک مختصر خلاصہ جن دو نسخون پر مبنی کرکے شائع کیا ہے، اُن مین سے ایک پروفیسر آذر (لاہور) کا مملوکہ ہے وہ ۹۹۶ھ مین لکھا گیا ہے، دوسرا جو پروفیسر شفیع صاحب (لاہور) کے پاس ہے وہ ۱۰۹۶ھ کا لکھا ہوا ہے، اس کا ایک صحیح نسخہ جو افسوس ہے کہ ناقص الطرفین ہے، حکیم مظفر حسین صاحب (چھتہ بازار حیدرآباد دکن) کے پاس ہے، حیدرآباد دکن ہی مین دوسرا عمدہ نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ مین ہی،

اس کتاب کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس مین ارباب کمال کے صنائع اور پیشون کا بھی اکثر ذکر کیا گیا ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صفوی دور مین علم و فضل گداگری کا ذریعہ نہ تھا، بلکہ اہل علم و ادب اپنے ہاتھون کی کمائی کھاتے تھے، اسی حقیقت کو یون بھی ظاہر کر سکتے ہین کہ اُس زمانہ مین فضل و کمال کی وسعت صرف امراء و اشراف اور خاندانی لوگون کے اندر محدود نہ تھی بلکہ معمولی پیشہ ور اور اہل حرفہ بھی علم و ادب اور فضل و کمال مین پورا پورا حصہ لیتے تھے، ہم ذیل مین صرف صحیفۂ پنجم سے ان اہل ہنر پیشہ ور علماء و شعراء کی فہرست دیتے ہین، جس سے اس عہد کی علمی وسعت کا اندازہ ہوگا،

نام شاعر	نام پیشہ	نام شاعر	نام پیشہ
بنّائی	معمار	حیدر	نانبائی (کلیچہ پز)
درویش دہکی	نورباف	مولانا ابدال	عطار
شوقی یزدی	کاتب	شاہ حسین ساقی	میوہ فروش
بابا نصیبی	حلوا فروش	مولانا نیکی	ندّاف
مانی شیرازی	سونار	ہلالی ہمدانی	درزی
مانی مشہدی	کمہار	میرزا احمد امنی	سونار

نام شاعر	نام پیشہ	نام شاعر	نام پیشہ
آگہی یزدی	درزی	رفیقی تبریزی،	مطرب،
گلشنی کاشانی	مشک فروش	غزالی ابہری،	باورچی (طبّاخ)
قدیمی	نقاش	یاری تبریزی	خردہ فروش
غزالی	ابریشم فروش	نباتی تبریزی	نقاش ولاجوردشو
طفیلی	معمار	رسوائی ہمدانی،	کاتب
نوری تبریزی	سقّا و شہد فروش	خاتمی تبریزی،	کتاب فروش،
قوسی تبریزی	کمانگر	مولنا حاضری سمنانی	تاجر
مولنا فنونی	جلدساز (صحاف)	مولنا میرزائی	معمار
صبوحی شیرازی	کمرباف	فتحی تبریزی	مشک فروش
دفائی سبزواری	والاباف	فتحی قزوینی	دکاندار (بیاع)
فردی	علاقہ بند	قانعی قزوینی	حکاک
عشقی تبریزی	کتابہ نویس	بزم قزوینی	موچی (کفش دوز)
حاصلی تبریزی	ابریشم فروش	جدیدی قزوینی	خردہ فروش
عزیزی قزوینی	پوستین دوز	مولنا دائمی	لوہار (آہنگر)
فصیحی تبریزی	تکمہ بند	گلیمی	خطاط
فقیری عراقی	یخنی پز	مولنا کشوری	خطاط
صبری گور تبریزی	صرّاف	کلی شیرازی	کحال
نازکی تبریزی،	تاج دوز	ملا شیخی کرمانی	نقاش

نام شاعر	نام پیشہ	نام شاعر	نام پیشہ
عشرتی قلندر	جلد ساز	ذاتی لاری	صحاف
روحی ساوجی	تاجر	مولنا ظریفی	خوردہ فروش
ملاجان کاشی	خوش نویس	آگہی تبریزی	سوزن گر
جمالی	کرباس فروش	مولنا غیبی	کاتب
مولنا غیاث فصیحی	تاجر	صفاتی تبریزی	کاغذ فروش
مولنا محمود صبری	کاتب	مولنا ذہنی	سیراب پز
مولانا صفاتی	لوہار (کاردگر)	پاکی غلامی،	حجام (سرتراش)
مولانا سرودی	مغنی	فنائی مشہدی	گھاس گھڑا (علاف)
فیضی یزدی،	تیلی (عصار)	شوقی جوشانی،	تیرگر،
مولنا نگاہی	کاتب	رضائی گنگ	کاتب
حفظی طہرانی،	معمار	مولنا بیانی	تاجر
ہمدامی رازی	تیلی (عصار)	مولنا زینی مشہدی	تیلی (روغن گر)
لطفی شیرازی	صراف	مولنا ہجری کاشانی،	شمشیرگر،
مولانا مجلد	جلد ساز	مولنا یمینی	شمشیرگر
شرطی	تاجر	مولنا شکیبی	زرکش
شمسی	زین ساز (سراج)	نیازی،	نیچہ گر،
واصلی تبریزی	ابریشم فروش	مولنا غواصی خراسانی	خردہ فروش
فکری استرآبادی	صحاف	ملا بیگ مشکی تبریزی،	مشک فروش،

نام شاعر	نام پیشہ	نام شاعر	نام پیشہ
مولانا عنایت	تاجر	مولنا نعمت،	تاجر
ہدایت اللہ	تاجر	مولنا نظام	کتاب نویس

۲- دوسری بات اس کتاب کے پڑھنے سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس صفوی عہد کے شعراء مین ایسے لوگون کی تعداد بھی خاصی تھی جو بقول مصنف "بے قید و بے تعین" تھے، جس سے مقصود یہ ہے کہ وہ دین و معاشرت کے رسوم و آئین سے الگ ہوکر قلندرانہ زندگی بسر کرتے تھے،

۳- اس عہد مین شراب نوشی کے علاوہ افیون خوری اور بھنگ نوشی کی عادت بھی لوگون مین پھیل چکی تھی، سلامی اصفہانی ایک شاعر تھا اُس کے حال مین ہے،

"و از بسیار خوردن افیون نزدیکست کہ جان بقابض ارواح بسپارد، ص۱۲۶،

ایک دوسرا شاعر جنونی گیلانی ہے، اس کے تذکرہ مین ہے،

"و از خوردن افیون بسیار از دائرۂ انسانیت بیرون رفتہ" ص۱۳۸،

ایک اور شاعر کلامی خافی تھا، اس کی بھنگ نوشی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آگ بگولا رہتا تھا، ص۱۵۳،

۴- مسکرات کے ساتھ امرد پرستی کا ذوق بھی نمایان معلوم ہوتا ہے، بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حسین لڑکے زردخت بھی ہوتے تھے، میرم سیاہ شاعر کے حال مین ہے:-

"مردے بے تعین و خوش مشرب بود، بلکہ شراب را بمذہب ترجیح می داد و اوقات او اکثر بہزل و فسق صرف می شد و اشعار او اکثر باین طور ہست و چون ہمیشہ طالب پسران سہل البیع بود و این متاع در ماوراء النہر بیشتر بدست می افتاد روی بر آن دیار نہادہ آنجا فوت شد، ص۹۶،

فانی تبریزی کے احوال مین ہے،

"پیوستہ با جوانان سادہ معاشرت می نمود، ص۱۱۱،

رقیبون مین باہم کھلے بازار مقابلے ہوتے تھے، اور عشاق مارے جاتے تھے، جفائی استرابادی کے ذکر مین ہے،

"مرد تیم و عاشق پیشہ و شب گرد بود، روزے رقیبے بدو رسید، بایکدگر بنیاد عربدہ کردند، و ہر دو کارد

و تیغ برہم کشیدہ بزخم بیدریغ از پاے در آمدند" صفحہ ۱۲۲،

ایک صاحب ابدالؔ تھے، جو عطاری کرتے تھے، اور ساتھ ہی دل فروشی بھی کرتے تھے، ایک جوان خوشرو کے عشق مین دیوانہ ہوگئے، صفحہ ۲۳۲ ایک نوخط شاعر زلالی تبریزی تھے، جنکے حسن کے صدقہ مین شعراء ان کو شعر لکھ دیتے، گو

چون ریشش سر بر زد دیگر از شعر دم نزد، صفحہ ۱۲۹،

رات کے ساتھ دن، اور ظلمت کے ساتھ نور بھی ہوتا ہے، چنانچہ ایسے اصحاب کی بھی کمی نہین جو زہد و تقویٰ اور دینداری سے متصف تھے،

وسعت تمدن کا دوسرا اثر دولت کی کثرت کی صورت مین نظر آتا ہے، فانی تبریزی کے تذکرہ مین ہے کہ اس کی دولت کا یہ حال تھا کہ ہزار تومان ایک دفعہ اس نے دوسرے کو قرض دیا تھا، صفحہ ۱۱۱

شاعرانہ اوصاف کے لحاظ سے اس عہد مین دو نئی باتین معلوم ہوتی ہین، چونکہ صفویون نے اپنی سلطنت کی بنیاد شیعیت پر رکھی تھی، اس لئے بہت سے ایسے شاعر پیدا ہوگئے تھے، جنکی شاعری کا موضوع صرف مدح اہلبیت رضتھا، غالباً یہی صنف بڑی حد تک خاص مرثیہ گو شعراء کی تخلیق کا باعث ہوئی، اور اس صنف سخن کے لیے "منقبت" کی اصطلاح مقرر ہوئی،

اصناف سخن مین متاخرین کے یہان شہر آشوب ایک قسم ہے، جسمین کسی شہر کی بربادی اور پریشان حالی کی داستان یا وہان کے باشندون کی ہجو لکھی جائے، اس صنف سخن کا آغاز بحیثیت فن اسی عہد سے معلوم ہوتا ہے، اگہی خراسانی کے حال مین ہے،

"و شہر آشوبے جہت سکان ہرات گفتہ" صفحہ ۶۵،

حرفی اصفہانی کی نسبت ہے،

"بگیلان رفت و شہر آشوبے جہت مذمت آنجا و مردم آنجا گفت" صفحہ ۱۴۳

واحدی قمی کے تذکرہ مین ہے،

"اما از جہت تبریز شہر انگیزے گفتہ" صفحہ ۷۹،

گب نے اپنی تاریخ "عثمانی شاعری" (عثمانی ترکی شاعری) مین لکھا تھا کہ یہ صنف پہلے ترکی مین پیدا ہوئی، مگر پروفیسر براؤن نے اپنی تاریخ ادبیات ایران مین تحفہ کے حوالہ سے اس کی تردید کی، اور بتایا کہ فارسی مین یہ اس زمانہ مین پیدا ہو چکی تھی، محشی نے اپنے حاشیہ مین ان دونون مستشرقین کے ان نظریون کا ذکر کیا ہے، لیکن اگر یہ سچ ہے کہ امیر خسرو المتوفی ۷۲۵ھ نے پیشہ ورون کی ہجو ملیح مین جو اشعار کہے ہین، ان کا نام "شہر آشوب" رکھا ہے،[1] تو اس صنف سخن کی ایجاد کی تاریخ اس سے دو سو برس پہلے سے شروع ہوگی،

زیر نظر حصہ (صحیفۂ پنجم) مین سب سے پہلے مولانا جامیؔ کا ذکر خیر ہے، اور ان کے بعد مشاہیر اہل سخن مین سے ہلالیؔ، ہاتفیؔ، باباؔ فغانی، اہلیؔ شہیدی قمی، شاہ قاسم انوار، مخفی رشتی وغیرہ ہین، صحیفہ پنجم دو مطلعون پر منقسم ہے، پہلا مطلع مشاہیر کے حال مین ہے، اور دوسرا عام شعراء کے ذکر مین،

تحفہ کی زبان نہایت سادہ اور شیرین ہے، عبارت روان، اور بیشتر تکلفات سے بری ہے، جہان عبارت مقفیٰ بھی ہے، تو آورد سے پاک ہے،

اشعار کے انتخابات اچھے ہین، سنین سے عموماً تغافل برتا گیا ہے، تاہم بعض بعض شاعرون کے احوال مین سنین لکھے بھی گئے ہین،

مولوی اقبال حسین صاحب جنھون نے اس حصہ کی تصحیح و اشاعت کی خدمت انجام دی ہے، ہمارے شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے فارسی ادب کے دلدادون کیلئے یہ اچھا تحفہ پیش کیا ہے، کتاب ٹائپ مین چھپی ہے، اور جہانتک ہماری نگاہ نے کام کیا ہے اس مین اغلاط گویا نہین نظر آئے ہین، اور یقیناً یہ بڑی دیدہ ریزی کا کام ہے، موصوف کے نسخہ کی بنیاد بانکی پور لائبریری کے دو نسخے ہین، ان کے علاوہ دوسرے نسخے ان کو بہم نہین پہنچ سکے، غالباً بانکی پور لائبریری کے نسخون

[1] جواہر خسروی مؤلفہ امیر خسرو مرتبہ مجلس نواب اسحاق مرحوم، ذکر مثنوی شہر آشوب،

کی موجودگی مین کسی دوسرے نسخہ کے حصول کی ضرورت انھون نے نہین سمجھی،

جن شعرار کے حالات دوسرے تذکرون مین بھی پائے جاتے ہین، مصحح و محشی نے اُن کے حوالے متن کتاب کے نیچے انگریزی مین دیدیے ہین، آخر مین شعرا اور اُن کے احوال کے صفحات کی فہرست ہے، شروع مین ایک مختصر مقدمہ فارسی مین، اور سب سے آخر مین اسی مضمون کا مقدمہ انگریزی مین ہے، مقدمہ تو خیر مگر حواشی کے انگریزی مین لکھنے کی مصلحت معلوم نہین ہوئی،

مولنا جامی کے ایک رسالہ کا نام اس مین "شرح حدیث ابی ذر عقیلی" چھپا ہے، صـ۳ـ، غالباً "عقیلی" کے بجائے "غفاری" صحیح ہوگا،

پٹنہ کے جن دو نسخون سے اس کتاب کی اشاعت عمل مین آئی ہے، چونکہ وہ مصنف کی وفات سے بہت پہلے کے ہین، ممکن ہو کہ مصنف نے بعد کو اپنی زندگی ہی مین کچھ اور اضافے کئے ہون، اسلئے ضرورت ہو کہ بعد کے نسخون سے بھی مقابلہ کر لیا جائے،

"س"

شعر العجم

حصۂ اول

فارسی شاعری کی تاریخ جسمین شاعری کی ابتدا عہد بعہد کی ترقیون اور ان کے خصوصیات اور اسباب سے مفصل بحث کیگئی ہے اور اسی کے ساتھ تمام مشہور شعرار (عباس مروزی سے نظامی تک) کے تذکرے اور ان کے کلام پر تنقید و تبصرہ ہے، مطبوعہ معارف پریس، ضخامت ۳۵۰ صفحے، قیمت ۱ سے

حصۂ دوم :۔ شعرائے متوسطین کا تذکرہ (خواجہ فریدالدین عطار سے حافظ اور ابن یمین تک) مع تنقید کلام ضخامت ۳۰۲ صفحے، قیمت :۔ عہ

حصۂ سوم :۔ شعرائے متاخرین کا تذکرہ (فغانی سے ابوطالب کلیم تک) مع تنقید کلام، ضخامت ۲۳۰ صفحے، قیمت عہ

مطبوعات جدیدہ

صولتِ شیرشاہی، مرتبہ جناب سید احمد مرتضیٰ صاحب نظر نصیر آبادی، ناشر کانفرنس بک ڈپو، سلطان جہان منزل علی گڈھ، ۱۶۰۰ صفحے قیمت :۔ عہ

یہ شیرشاہ کے مکمل سوانح اور اوس کے عہدِ حکومت کی تاریخ ہے، لائق مصنف نے اسمین خاندان سور کے آغاز سے اسکی حکومت کے زوال تک کے حالات جامعیت اور اختصار کے ساتھ لکھے ہیں، اور شیرشاہی عہد کی سیاسی، علمی اور تمدنی ترقیون کو دکھایا ہو اور ایک مستقل باب میں اُن اعتراضون کے جواب دئے ہین، جو شیرشاہ پر کئے جاتے ہین، مصنف نے عہد شیرشاہی کی یہ تاریخ پورے جوش و خروش اور ولولے کے ساتھ لکھی ہے، اسلئے اپنے ہیرو کی مدافعت کے جذبہ میں کہیں کہیں اعتدال قائم نہیں رہا ہو اور تاریخ کی بعض نامور ہستیوں کی نسبت تیز فقرے نکل گئے ہیں، اسی طرح واقعات پر اظہار رائے میں ہیرو کی جانب مصنف کے میلانِ طبع اور اس کے حریف ہمایوں کی طرف سے بے محل سوء ظن کا اظہار ہوتا ہے، مثلاً ایک ہی قسم کے واقعات شیرشاہ اور اوس کے حریف ہمایوں سے دو مختلف موقعون پر سرزد ہوتے ہین، مگر موردِ الزام صرف ہمایون قرار پاتا ہے، چنانچہ چنارگڈھ کی فتح میں ہمایوں کے ایک ذمہ دار افسر نے خودرائی سے شیرشاہ کے تین سو گولہ اندازون کے ہاتھ قلم کرا دیے، مصنف نے لکھا "ہمایوں نے سوائے معمولی تنبیہ و تہدید کے اس خلاف ورزی کی پاداش میں کوئی قابلِ عبرت سزا نہ دی" (صـ۴۴ـ) دوسری طرف شیرشاہ کا ایک افسر آگرہ کی فتح کے بعد شہر میں قتلِ عام کرتا ہے، سینکڑوں شہری بے قصور مارے جاتے ہیں، یہاں مصنف کے نزدیک شیرشاہ کا اپنے افسر کو معاف کر دینا لائق ستایش ٹھہرتا ہے، چنانچہ لکھا، کہ "شیرشاہ ..... نے سمجھا یا کہ غیر جنگی و شہری لوگون کو قتل کرنا آئینِ جنگ کے قطعی مخالف ہے، ہر مزید گور نے معذرت کی، شیرشاہ نے معاف کر دیا" (ص ۶۳) کتاب کا اختصار ایک نمایاں وصف ہے

مگر کہیں کہیں اس اختصار سے تسلسل بے ربط ہو گیا ہے، مثلاً ص ۱۸ پر ہے، کہ قطب خاں پسر شیر خان بطور
یرغمال ہمایوں کے سپرد کیا گیا، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ جب نئی جنگ چھڑی تو وہی قطب خاں چنار گڈھ کا قلعہ دار ہے
(ص ۴۳) ان دونوں زمانوں کے درمیان شیر خان کے یہان قطب خان کی واپسی دکھانی چاہئے تھی، اسی طرح
اگر کسی واقعہ کے متعلق دو مختلف قسم کی روایتین ہیں، تو مصنف نے ان دونوں کو حزم و یقین کے ساتھ نقل کر دیا ہے
(ص ۴۲) حالانکہ ان میں سے کسی ایک کو متن میں درج کرنا تھا، یا قولِ راجح کی جانب اشارہ کر دینا تھا، عمارات کے ذکر مین
دہلی کے شیر گڈھ کی عمارات شیر منڈل، مسجد جامع اور حصار وغیرہ کا محض سرسری ذکر ہے، جو اس سے زیادہ کا مستحق تھا،
پھر شیر شاہ کے وطن سہسرام کی عمارات اور مقبرۂ شیر شاہ کا تو کوئی تذکرہ ہی نہیں آیا،

شیر شاہ ہندوستان کا بیدار مغز فرمانروا گذرا ہے، جس نے محض چند سالہ دورِ حکومت مین نہ صرف سیاسی
بلکہ تمدنی و عمرانی کارنامے حیرت انگیز طور پر انجام دئے، وہ ہماری بڑی توجہ کا مستحق ہے، مصنف نے اپنے امکان
بھر اسکی خدمات نمایاں کئے ہیں، اور اس وقت تک اردو میں اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، اوس میں یہ کتاب
بسا غنیمت ہے،

عقدِ ثریا، تذکرۂ ہندی گویان، ریاض الفصحا، از غلام ہمدانی مصحفی، مرتبہ مولوی عبدالحق صاحب بی اے، انجمن
ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن، حجم بہ ترتیب ۶۳، ۲۸۳، ۳۰۸ صفحے،
قیمت بہ ترتیب مجلد عمہ، عاار، عکار،

انجمن ترقی اردو شعرار کے تذکروں کی اشاعت کی قابلِ قدر خدمات انجام دے رہی ہے، اس سلسلہ کی آخری
کڑی مصحفی کے تین تذکروں کی اشاعت ہے، ان میں سے **عقدِ ثریا** فارسی گو شعرار کا تذکرہ ہے، اس کا سالِ تصنیف
۱۱۹۹ھ ہے، اس میں تین قسم کے شعرار کا ذکر آیا ہے، اول شعرائے ایران جو کبھی ہندوستان نہیں آئے، دوسرے
جو ہندوستان آئے، اور تیسری قسم ہندوستانی فارسی گو شعرا کی ہے، دوسرا **تذکرۂ ہندی گویان**،
یعنی شعرائے اردو کے تذکرہ مین ہے، اسکی تصنیف کا سالِ اختتام ۱۲۰۹ھ ہے، تیسرے تذکرہ کا نام

ریاض الفصحا ہے، یہ گویا تذکرۂ ہندی گویان کا تتمہ یا ضمیمہ ہو، لیکن حجم میں اپنے پہلے حصہ سے بڑھ گیا ہے، اسکی
تصنیف کا زمانہ ۱۲۳۱ھ ہے، مصحفی کے ان تذکرون مین ان کے ان ہمعصر قابلِ ذکر شعرا کا ذکر جن سے وہ واقف
ہو سکے تھے آ گیا ہے، اسلئے یہ ایک ایسے دور کی اردو شاعری کا آئینہ ہے جب اردو شاعری کو ایک خاص رتبہ
حاصل ہو چکا تھا، مولوی عبدالحق صاحب بی اے نے ان تینوں تذکرون پر ایک مقدمہ لکھا ہے، جو ان میں سے
ہر ایک کے ساتھ منسلک ہے، اس مقدمہ میں مصحفی کے سوانحِ حیات خصوصاً جو ان تذکروں سے معلوم ہوتے ہیں، لکھے
ہیں، اور ان تذکروں کی حیثیت واضح کی ہے، اور دکھایا ہے کہ یہ تینوں تذکرے اردو کے مستند قابلِ قدر تذکرے ہیں جنمین
مصنف نے اپنے ذاتی رجحانات، تعصبات، اور شاعرانہ چشمکوں سے بلند رہ کر اپنے مخالف و حریف شعرا تک کے متعلق
منصفانہ اور ایماندارانہ رائیں لکھی ہیں، اسلئے ان تذکرون کی اشاعت سے اردو کے تذکروں میں ایک عمدہ اضافہ
ہوا ہے، ان کی زبان اس زمانہ کی روش کے مطابق فارسی ہے،

تذکرۂ گلزارِ ابراہیم مع تذکرۂ گلشنِ ہند، مرتبہ جناب ڈاکٹر سید محی الدین قادری، زور صفحے ۲۹۶
قیمت: ۱۲؍، انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد، دکن،

علی ابراہیم خان خلیل کا تذکرہ گلزارِ ابراہیم اور اس کا اردو ترجمہ گلشنِ ہند مرزا علی لطف، دونوں اردو شعرا
کے مشہور تذکرے ہین، یہ معلوم ہے، کہ مرزا علی لطف نے گلزارِ ابراہیم کے تمام شعرار کو گلشنِ ہند مین درج نہیں کیا تھا
پھر دوسری طرف لطف نے مختلف شعرا کے متعلق اپنے ذاتی معلومات بھی بڑھائے تھے، اسلئے یہ دونوں تذکرے اپنی
جگہ اپنا منفرد وجود قائم کر چکے تھے، لیکن یہ امر واقعہ تھا، کہ ان مین سے ہر ایک بغیر دوسرے کے مکمل نہیں سمجھا جا سکتا
تھا، ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اسی ضرورت کا احساس کیا اور جدید ترتیب و تہذیب کے ساتھ ان دونوں
نسخوں کو ملا کر یہ نیا مجموعی نسخہ تیار کیا، شعرار کا ذکر اوسی طریق پر بہ ترتیب حروفِ تہجی ہے، ہر شاعر کے نام پر بہ ترتیب
نمبر قائم کیا ہے، اس کے متعلق پہلے گلزارِ ابراہیم کی عبارت، پھر گلشنِ ہند میں دوسرا جو اضافہ ہے، وہ درج کیا ہے،
اور اگر اس کا ذکر صرف گلزارِ ابراہیم میں ہے، اور گلشنِ ہند نے اوس کو چھوڑ دیا ہے، تو گلزارِ ابراہیم کی عبارت نقل

کردی ہے، اور جہان کوئی اضافہ نہیں، لکھدیا ہے کہ کوئی اضافہ نہیں، گلزار ابراہیم میں شعراء کے جو انتخابی اشعار تھے، انکی تعداد لکھکر اکثر چھوڑ دیا ہے، اگر یہ اشعار بھی لکھ دیے جاتے، تو مناسب ہوتا، اس طرح حجم میں چند صفحات کا اضافہ ضرور ہو جاتا، مگر یہ ایک کار آمد اضافہ ہوتا، مرتب نے اپنے مقدمہ میں دونوں تذکروں پر فاضلانہ نظر ڈالی ہے، اور دونوں کے فرق کو واضح کیا ہے، اور آخر میں اشاریہ (انڈکس) لگا دیا ہے، گلشن ہند کے مطبوعہ نسخہ کا مقدمہ اور دیباچہ وغیرہ بھی موجود ہے،

تاریخ مرثیہ گوئی مرتبہ مولوی حامد حسن صاحب قادری پروفیسر سینٹ جانسن کالج آگرہ، ناشر گیا پرشاد اینڈ سنز تاجر کتب آگرہ ص ۱۲۳،

مصنف نے اس مختصر رسالہ میں مرثیہ گوئی کی عہد بعہد کی تاریخ لکھی ہے، اور ہر عہد کے کلام کا نمونہ پیش کیا ہے اور ان پر مختصر نقد کیا ہے، مصنف کے پیش نظر موازنۂ انیس و دبیر رہی ہے، اکثر مباحث اوسی سے ماخوذ ہیں، لیکن جس اختصار اور ترتیب کے ساتھ مصنف نے ان کو مرتب کیا ہے، اوس سے امید ہے، کہ اردو ادب کے طلبہ کیلئے یہ رسالہ دلچسپ اور کار آمد ہوگا،

روزنامچۂ یورپ از راجکمار راجہ خواجہ پرشاد بہادر ص ۲۳۹، مطبوعہ نستعلیق ٹائپ، دار الطبع سرکار عالی، حیدر آباد دکن،

راجۂ راجایان ہز اکسلنسی مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر بالقابہ صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی کے خلف الرشید راجکمار راجہ خواجہ پرشاد بہادر اپنے والد بزرگوار کے حسب ہدایت اپنے سفر یورپ کا روزنامچہ ان کے پاس ہر روز بھیجا کرتے تھے، واپسی کے بعد ان روزنامچوں کا مجموعہ روزنامچہ سفر یورپ کے نام چھاپا گیا ہے، اسمیں راجکمار ممدوح نے انگلستان، فرانس، اٹلی، ٹرکی وغیرہ ممالک کی سیاحت کے واقعات اور اپنے روزمرہ کے مشاغل کو انتہائی سادگی و بے تکلفی کے ساتھ قلمبند کیا ہے، نستعلیق ٹائپ کا جو نمونہ حیدر آباد میں تیار ہوا ہے، اوسی میں یہ کتاب چھپی ہے،

مبادی فلسفہ حصہ دوم، از مولانا عبد الماجد دریابادی ص ۱۵۱، تقطیع چھوٹی، قیمت عمر نیجر صاحب دار المصنفین، اعظم گڈہ،

مولانا عبد الماجد دریابادی کے فلسفیانہ مضامین کا مجموعہ مجموعہ مبادی فلسفہ کے نام سے گذشتہ سال شائع ہوا تھا، اب یہ اوسی کا دوسرا حصہ نکلا ہے، جس میں مختلف موضوعوں پر سات مضامین ہیں، مثلاً واجب الوجود اور حکمائے جرمنی، حکمائے ہند کا فلسفہ، جذبات مذہب ارتقائی نقطۂ نظر سے وغیرہ، مضامین مولانائے موصوف کی پچھلی زندگی میں ملک کے مختلف علمی رسالوں میں چھپے ہیں، اور اب ان سب پر اونھوں نے نئے سرے سے نظر ڈالی ہے جس سے یہ پہلے سے زیادہ دلچسپ اور مفید ہو گئے ہیں، مولانائے موصوف اردو میں فلسفۂ جدید کو روشناس کرانے والوں میں شرف اولیت رکھتے ہیں، امید ہے کہ مبادی فلسفہ کے یہ حصے ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جائینگے،

تعلیم و نفسیات، از جناب محمد ظہور الدین احمد ایم اے پروفیسر فلسفہ اسمٰعیل کالج اندھیری، ص ۵۴، **قیمت** ۸؍

یہ ایک تحریری خطبہ ہے، جسے فاضل خطیب نے بمبئی کارپوریشن کے اردو مدرسوں کے اساتذہ کی کانفرنس میں پڑھا تھا، اس میں جامعیت و اختصار کے ساتھ تعلیم اور طلبہ کے نفسیات پر بحث کی ہے، پہلے تعلیم کے اغراض بتاکر ذہن اور نفسیات کے مختلف شعبوں اور کیفیتوں کو نمایاں کیا ہے، پھر تعلیم کے علمی و عملی پہلو علٰحدہ علٰحدہ کھولکر بیان کئے ہیں، رسالہ اپنے موضوع کے لحاظ سے دلچسپ اور پر از معلومات ہے،

فوائد بدریہ مؤلفہ جناب قاضی بدر الدولہ مرحوم ص ۴۴، قیمت ۳؍ پتہ مولوی عبد العظیم بمکان جناب عبد الرؤف جام باغ ترپ، بازار، حیدر آباد دکن،

قاضی بدر الدولہ مرحوم جنوبی ہند کے مشہور صاحب علم مصنف گذرے ہیں، فوائد بدریہ سیرت نبوی میں ان کی ایک ضخیم تصنیف ہے، جسمیں سوانح و حالات کے علاوہ سیرت پاک کے مختلف نبوی خصوصیات وغیرہ پر بھی مباحث ہیں، کتاب کی زبان آج سے یک صدی پیشتر کی جنوبی ہند کی اردو کا نمونہ ہے،

صبغۃ اللہ، مصنفہ جناب شیخ غلام محمد احمد صاحب ایم اے ایم او ایل، ص ۴۸، قسم اول ۸؍ و دوم ۴؍ نیاز بک ایجنسی محلہ حولانگہ جمبوئی، توئی،

تصوف اسلامی پر پروفیسر نکلسن اور براؤن وغیرہ مستشرقین نے جو کچھ لکھا ہے، اوسے دیکھکر مصنف کو اسلامی

تصوف کی حمایت میں قلم اٹھانے کی ضرورت پڑی، اور ایک وسیع سلسلۂ تصنیف کا آغاز کیا، صبغۃ اللہ اس کی پہلی کڑی یا پہلا مقدمہ ہے، جسمیں مستشرقین کے اس خیال کی تردید کی گئی ہے، کہ اسلامی تصوف کا ماخذ، اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب و ادیان ہیں، مصنف نے بدلائل اس رسالہ میں صوفیانہ عقائد کو کتاب و سنت سے ماخوذ بتایا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ محض چند آیات و احادیث کو اساس بناکر کلیتہً یہ کہنا صحیح نہ ہوگا، کہ اسلامی تصوف کے مختلف فرقوں اور مسلکوں میں کسی فرقہ و مسلک کے عقائد و طریق ریاضت وغیرہ میں عجمی عقائد و تعلیمات کی آمیزش نہیں ہوئی،

سلطان الہند، از جناب امین الدین خاں مفتون اجمیری ص ۸۰، تقطیع چھوٹی، قیمت: ۸ر مکتبہ ابراہیمیہ عابد روڈ حیدرآباد دکن،

سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح کے محامد و مناقب کے منظوم بیان میں ہے، اور آخر میں چشتیوں کے ذریعہ سارے ہندوستان میں روحانی فیوض کے پھیلنے کا ذکر ہے،

معجزۂ قرآن مجید، مؤلفہ مولوی ادریس احمد صاحب ہڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول بریلی تقطیع خورد، ص ۴۴، قیمت: غیر مجلد عمر مجلد عہ

اسکولوں کے مسلمان طالب علموں اور بچوں کیلئے دلچسپ مذہبی کتابوں کی ضرورت نہایت شدید ہے، مگر عموماً ادھر توجہ نہیں کی جاتی، علماء کی تحریریں اس باب میں اسلئے مؤثر نہیں ہوتیں کہ وہ موجودہ زمانہ کے ہم آہنگ نہیں ہوتیں، مولوی ادریس صاحب کو جنھیں تعلیم کا پرانا تجربہ ہے، اور جن کا اکثر زمانہ اسلامی اسکولوں کی ہڈ ماسٹری اور نگرانی میں گذرا ہے، مدت سے اس کا خیال تھا، کہ اسکولوں کے مسلمان طلبہ کی مذہبی تعلیم کے لئے کوئی مفید کام کیا جائے،

ہمارے مذہبی عقائد و اعمال کی جان قرآن مجید ہے، مولوی صاحب نے اس رسالہ میں قرآن مجید کے اعجاز پر مختلف مضامین کو یکجا کیا ہے، اور ہر رنگ کے پھولوں سے ایک نیا گلدستہ تیار کیا ہے، تاکہ ہمارے بچے اور نوجوان طالب علم اس سے اپنے مشام جان کو معطر کریں، امید ہے کہ طلبہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے، اور قرآن پاک

کی اصلی عظمت کو جو اس کے ساتھ عقیدت قلبی اور پھر اوسکے مطابق عمل کرنے میں ہے، پوری طرح سمجھیں گے،

التنقید السدید علی التفسیر الجدید، از مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی ص ۴۸، دفتر انجم، لکھنؤ،

یہ رسالہ مولوی عبد الحیٔ صاحب فاروقی، استاذ جامعہ ملیہ کے رسائل تفسیر پر ایک نظر کی حیثیت رکھتا ہے، اسمیں چند ایسے مسائل پر موصوف کی تفسیر سے اختلاف کیا گیا ہے، جو عقیدۂ اہل سنت کے خلاف نظر آئے،

کاویہ علی الغاویہ از جناب آسی ص ۲۶۴، عمر، انجمن خدام الحنفیہ، ہاتھی گیٹ امرتسر،

یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مذہبی ادعاؤں کے جواب و تردید میں ایک مبسوط تصنیف ہے، مصنف نے محنت و کاوش سے اپنے فرض کو انجام دیا ہے،

التقریر الاسلم فی توضیح المسلّم از مولوی محمد شریف صاحب اعظم گڈھی، ص ۱۹۶، قیمت: عہ، سلیمانی پریس گائے گھاٹ، بنارس،

مسلم الثبوت، اصول فقہ میں ایک مشہور و متداول کتاب ہے، جو عربی مدارس کے نصاب میں عموماً داخل ہے، مولوی محمد شریف صاحب نے اسکی شرح فارسی زبان میں لکھی ہے، اور آخر میں کتاب کے مسائل سوال و جواب کی شکل میں مرتب کردئے ہیں، اچھا ہوتا کہ رسالہ کی زبان فارسی کے بجائے اردو ہوتی،

سمندر کا عجائب خانہ، از مولوی سید محمد عسکری جعفری ص ۱۴۲، ۱۲ر مکتبہ جامعہ قرولباغ دہلی

اس رسالہ میں طلبہ کیلئے سمندر کے جانور، نباتات، قیمتی اشیا کے حالات اور علم البحر کے عام فہم مسائل دلچسپ انداز بیان میں جو بچوں کیلئے دلآویز ہوگا، لکھے گئے ہیں،

رباعیات انگر، مرتبہ مولوی محمد احمد ندوی، ص ۸۰، تقطیع چھوٹی، ۸ر مکتبہ جامعہ، قرولباغ، دہلی،

جناب امداد حسین صاحب انگر مرادآبادی کی رباعیاں معارف میں کبھی کبھی چھپتی رہی ہیں، رباعیات انگر انکی منتخب رباعیوں کا مجموعہ ہے، مرتب نے شاعر کے حالات لکھے ہیں، اور مولوی عبد الحق صاحب بی اے نے کلام پر تبصرہ کیا ہے

آئینۂ حسن، ازجناب رسا ہمدانی گیاوی ایڈوکیٹ کیرانی گھاٹ، گیا، ص ۱۲۰، تقطیع چھوٹی، قیمت ۸/

یہ جناب رسا کے منتخب کلام کا مجموعہ ہے، کلام صاف، ستھرا، رواں اور شگفتہ ہے، شروع میں جناب رسا کے خاندانی حالات اور کلام پر تبصرہ درج ہے،

بہار، ازجناب الیاس احمد صاحب ایم اے، منصف عدالت یوپی، ص ۲۳۶ چھوٹی تقطیع،
قیمت: عہ/ پتہ:- منیجر صاحب دارالمصنفین اعظم گڈھ،

چند سال گذرے جناب الیاس احمد صاحب ایم اے، ہمارے شہر اعظم گڈھ میں اپنے عہدہ منصفی کے فرائض انجام دیتے تھے، تقریباً ہر اتوار کو شبلی منزل تشریف لاتے، کبھی لوگوں سے ملتے جلتے، مگر اکثر کتبخانہ کے کسی گوشہ میں بیٹھکر اردو ادبیات کی الماری سے کچھ نکال کر پڑھتے رہتے، اور حسب ضرورت کتابیں مستعار لیجاتے، آدمی خلیق کم سخن، متین، اور منکسر مزاج تھے، کبھی اون کے کسی آیندہ عزم کا اظہار نہیں ہوا، یہانتک کہ وہ اس شہر سے تبدیل ہو کر چلے گئے، اسکے بعد یہ پتہ چلا کہ اسی یکشنبہ کی فرصت میں اونھوں نے اپنے ذوق کا پورا سامان نہ صرف خود فراہم کر لیا، بلکہ اوسے اسطرح آراستہ و پیراستہ کر دکھایا کہ ایک گلدستہ بنکر بہار کے نام سے ہمارے سامنے موجود ہے، یہ دراصل اردو کے صدہا دواوین اور تذکروں کے مطالعہ کا نچوڑ ہے، عشق و عاشقی کے مختلف کیفیات اور جذبات کو علحدہ علحدہ عنوانوں میں درج کیا ہے، پھر اونھیں اس طرح مرتب کیا ہے، اگر کسی شخص کے آغاز عشق سے اسکی تباہی و بربادی تک کے تمام منازل و مناظر کی مصوری ہو جائے، انتخاب اشعار میں شعرائے قدیم و جدید کسی کی تخصیص نہیں، جس کا جو شعر پسند آیا وہ اپنے محل پر درج کر دیا گیا، کہیں کہیں فارسی اشعار بھی ہیں، امید ہے عشق و محبت یا شعر و شاعری کا یہ گلدستہ دلچسپی سے دیکھا جائیگا، دو چار مقام پر شعرار کے ناموں اور شعروں کی نسبت میں اگر مسامحت ہو گئی ہے تو قابل معافی ہے،

تاریخ دکن کی دلچسپ حکایات حصہ اول ازجناب سراج الدین صاحب طالب صفحہ ۴۴

قیمت ۲/ پتہ:- جناب سید جلال یداللّٰہی تاجر کتب چھتہ بازار، حیدرآباد، دکن،

اس میں دکن کی تاریخ کے مختصر واقعات صفحہ دو صفحہ میں بچوں کیلئے لکھے گئے ہیں، یہ رسالہ دکن کے مدارس میں داخل ہونے کے لائق ہے،
(ع - س)

دار المصنفین کی ادبی کتابین

شعر الہند حصۂ اول، جس مین قدماء کے دور سے لیکر دور جدید تک اردو شاعری کے تاریخی تغیرات و انقلابات کی تفصیل کیگئی ہے اور ہر دور کے مشہور اساتذہ کے کلام کا باہم موازنہ و مقابلہ کیا گیا ہے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اعلیٰ مطبوعہ معارف پریس ضخامت ۴۴۵ صفحے قیمت: للعہ، از مولانا عبد السلام ندوی،

حصۂ دوم - جس مین اردو شاعری کے تمام اصناف یعنی غزل، قصیدہ، مثنوی اور مرثیہ وغیرہ پر تاریخی و ادبی حیثیت سے تنقید کی گئی ہے، کاغذ اور کتابت ... ضخامت ۴۵۹ صفحے، قیمت: للعہ

گل رعنا، اردو زبان کی ابتدائی تاریخ اور اس کی شاعری کا آغاز، اور عہد بعہد کے اردو شعراء کے صحیح حالات اور ان کے منتخب اشعار اردو مین شعراء کا پہلا مکمل تذکرہ ہے، جس مین آب حیات کی غلطیون کا ازالہ کیا گیا ہے، ولی سے لیکر حالی و اکبر تک کے حالات، ضخامت ۵۴۸ صفحے، قیمت: للعہ از مولانا سید عبد الحئی صاحب مرحوم،

مکاتیب شبلیؒ - مولانا شبلی مرحوم کے دوستون عزیزون، شاگردون کے نام خطوط کا مجموعہ، جن مین مولانا کے قومی خیالات اور علمی، تعلیمی، اور ادبی نکات ہیں، یہ درحقیقت مسلمانون کی تیس برس کی تاریخ ہے طبع دوم،

حصہ اول ضخامت ۳۴۹ صفحے، قیمت: عہ/
حصہ دوم ضخامت ۲۷۶ صفحے قیمت: عہ/

موازنۂ انیس و دبیر (از مولانا شبلیؒ) اردو کے مشہور با کمال شاعر میر انیس کی شاعری پر ریویو، اردو مین فصاحت و بلاغت کے اصول کی تشریح، مرثیہ کی تاریخ، میر انیس کے بہترین مرثیون کا انتخاب، اور مرزا دبیر سے ان کا موازنہ، اردو مین اپنے فن مین یہ پہلی کتاب ہے، ضخامت، ۲۸۴ صفحے، قیمت سے/

کلیات شبلی اردو، مولانا کی تمام اردو نظمون کا مجموعہ جس مین مثنوی صبح امید، قصائد جو مختلف مجلسون مین پڑھے گئے، اور وہ تمام اخلاقی، سیاسی، مذہبی، اور تاریخی نظمین، جو کانپور، ترکی، طرابلس، بلقان، مسلم لیگ، مسلم یونیورسٹی وغیرہ کے متعلق لکھی گئی ہین، یکجا ہین، یہ نظمین درحقیقت مسلمانون کے چل سالہ جد و جہد کی ایک مکمل تاریخ ہے، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ، ضخامت ۱۲۰ صفحے، قیمت: عہ/

افادات مہدی، ملک کے نامور انشا پرداز ایم مہدی حسن مرحوم افادی الاقتصادی کے ۳۰ مضامین کا مجموعہ مع مقدمہ و ضمیمہ جات، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ہے، حجم ۳۰۵ صفحے،

سرگذشت ادب ترکی، جس مین ترکی ادب کی مختصر اجمالی تاریخ دلآویز انداز مین بیان کی گئی ہے، ۲/ کے ٹکٹ بھیجکر طلب کرین، (از مولانا ریاست علی)